

M.A.LIBRARY, A.M.U.



U32281

جملہ حقوق محفوظ

شاہد معنی

نتیجہ فکر

ماسٹر باسٹ، بسوانی

مرتب

قاضی ظہیر الدین احمد ظہیر، بسوانی

زیر نگرانی

مولوی محمد عظیم واثق، بسوانی

۱۹۲۷ء

شعبہ تعلیم

مطبوعہ دیوبند پبلشرز

بار اول پبلشرز

^ 915 3 14

11 3

(20 21 22)



”خان بہادر قاضی عزیز الدین احمد سی۔ آبی۔ ای۔ او۔ بی۔ ای۔ آبی۔ ایس۔ او
دیوان ریاست دہلی“

حسن و عشق

۱۳۱	بت سفاک
۱۳۳	تاثير الفت
۱۳۵	تو پرشکني
۱۳۶	تقدیر کے کرشمے
۱۳۸	من خوب می شناسم پیران پارسارا
۱۳۹	پروانہ جانناز
۱۴۱	نگاہ ناز
۱۴۲	خواب ناز کے بند
۱۴۳	ہولی
۱۴۴	دل افروزہ
۱۴۵	دل درد آشنا
۱۴۶	نہیں
۱۴۷	نامہ محبوب
۱۴۸	مزار لیلیٰ
۱۵۰	عرض مدعا
۱۵۱	فسراق
۱۵۲	پیام عاشق
۱۵۳	شیع
۱۵۴	راز و نیاز
۱۵۵	محبت
۱۵۷	حسرت دید
۱۶۰	پیسے کی کوک
۱۶۲	یاد ایام
۱۶۴	متفرق قطعات
	خالقہ بلخیہ

۸۱	عشق باز
۸۲	اتفاق

مشاہدات فطرت

۸۵	پتی کہاں
۸۷	زنگ بہار
۸۸	لب لعلیں
۹۰	میل اور شعاع
۹۱	شاہد مینی
۹۳	عنزل
۹۴	جوانا مرگی
۹۵	ماہ روشن
۹۶	حنا
۹۷	برسات
۱۰۰	برسات کا سماں
۱۰۲	عروس سوگوار
۱۰۵	انگور
۱۰۶	شب دیچر
۱۰۷	شیاما
۱۰۹	کنول کا پھول
۱۱۱	وطن
۱۱۳	اونچی لوری
۱۱۷	نینی تال
۱۱۹	دل
۱۲۲	قسم
۱۲۴	بچہ
۱۲۶	نقش قدم

۳۲۲۸۱



انتساب

اپنے ہم وطن عالی جناب خان بہادر قاضی عزیز الدین احمد
 صاحب . او۔ بی۔ ای۔ آئی۔ ایس۔ او۔ فیلو آف آب و فیکلٹی
 و دہلی یونیورسٹی ممبر رائل ایشیائی سوسائٹی لندن و دیوان ریاست
 دیتا کے نام نامی واسم گرامی پر جنھوں نے باشندگان بسواں میں سب سے
 پہلے مختلف مضامین پر تقریریں پچاس کتابیں تصنیف کر کے شہرت
 حاصل کی۔ اور اپنی قابلیت سے اعلیٰ مہاراج ملازمت سرکاری سٹی
 کتے اور معزز ترین خطابات حاصل کئے۔ بطور اظہار خلوص و محبت
 اس ناچیز تصنیف کو معنون و منسوب کرنیکا شرف حاصل کرتا ہوں :-
 احقر باسط۔ بہرائی

تہذیب

مجھے آج بچہ مرست ہے کہ بتائیں ایزدی میری دلی تمنا برآئی اور
 میں اپنے خیال کو عملی جامہ پہنا سکا یعنی شاعر خوش فکر حضرت باسط علی
 کے کلام کے ایک حصہ کو پبلک کے روبرو شاہد متنی کی صورت میں پیش
 کر نیکا موقعہ ہاتھ آیا مصنف کی متعدد نظموں میں سے صرف ان کو لے لیا
 گیا ہے جن کو اس وقت مناسب خیال کیا گیا۔ باقی انظار اللہ کسی اور
 موقعہ پر ادب نواز حضرات کے ملاحظہ سے گزریں گی۔ ان میں کی بیشتر نظمیں
 مقبول عام ہو چکی ہیں۔

ہم دیرینہ کی حیثیت سے میں موصوف کی سوانح زندگی تعلیم و تربیت
 اخلاق و عادات، اتنا طبیعت غرضکہ کل باتوں سے واقف ہوں۔ لہذا
 مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مختصر گوش گزار کروں۔

آپ کا نام سید محمد باسط علی ہے۔ والد کا اسم گرامی منشی محمد نیاز علی
 نقشبہ بیوان ضلع ستیا پور کو آپ کی وطنیت کا فخر حاصل ہے۔ شریف اور
 ذی علم خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔

ابتداء میں اپنے جد امجد مولوی احسان علی صاحب سے قرآن شریف
 اور کتب دینیہ پڑھیں۔ آٹھ برس کا سن ہو گا کہ ان کا سایہ سر سے اٹھ گیا
 اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد آپ کے والد بھی خاک غربت میں آخری نیند

سوز ہے۔ اس کے بعد آپ کے عم نامدار سید محمد حسین علی صاحب
 مرحوم نے آپ کو سیٹھ جیدیلانی کی سکول سکول میں داخل کر دیا اور
 انہیں نے آپ کی کفالت اور پرورش کی جس ۱۹ء میں انٹرنس کا امتحان
 پاس کر کے آپ نے اسی سکول میں ملازمت کر لی اور اب تک وہی سلسلہ
 قائم ہے۔ ذاتی محنت سے انگریزی اور فارسی میں اچھی قابلیت ہم پہنچائی۔
 چونکہ طبیعت نے طبیعت سوزوں عطا کی تھی۔ اس لئے ابتدائی سے
 شعر فہمی اور شعر گوئی کا شوق تھا ورنہ اس وقت قصیدہ میں کوئی خاص صحبت
 اس قسم کی نہ تھی رکھیں ہیں پہلے پہلے ساختات روح فرسا پیش آنے کی
 وجہ سے طبیعت میں اوبھی سوز و گداز پیدا ہو گیا۔ مگر طالب علمی کے زمانہ
 میں تخیلات سوزوں کے اظہار کی بڑا قوت نہ آئی۔ صرف احباب
 تک یہ بات ہی ۱۹ء میں اودہ پہنچ لکھنؤ میں نظریات مضامین بھیجے
 گئے۔ علمی دنیا میں آنے کا یہ پہلا موقعہ تھا۔ اور نثری سجاد حسین صاحب
 مرحوم کے آخری دور ادارت میں برابر مضامین نظم و نثر لکھتے رہے۔ ۱۹۲۱ء
 سے آج تک آپ کی نظمیں متعدد رسائل علمیہ میں شائع ہوتی رہیں۔
 زور گوئی اور پُر گوئی کا ملکہ حاصل ہے۔ عموماً رات کو آپ فکر سخن
 فرماتے ہیں یوں کسی خاص وقت یا خاص موقعہ کے پابند نہیں پہلو میں
 دروینہ و حساس دل رکھنے کی وجہ سے۔ آپ کسی کی مصیبت کو دکھ دوست
 جلد متاثر ہوتے ہیں۔ اور جاننے والے جانتے ہیں کہ کن اسباب
 کے تحت آپ نے کس کس عنوان سے بحر طرائف کی ہے۔ ریزہ خطاب

گل بگلچین۔ نابینا۔ مجذوب کی بڑ۔ دل ہمدرد۔ اشک پرخوں۔ تومی گیت
 کا سہ۔ پی کہاں۔ جو انا مرغی۔ عروس سوگوار شایانہ مزار لیلا۔ حسرت بڑ
 پیچیم کی کوک۔ وغیرہ اس قبیل کی نظمیں ہیں۔ آپ کا کلام سادگی۔ حسن بندش
 شیرینیت اور کیف مملو ہے۔ اور عام طور سے پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جاتا
 ہے۔ سچ ہے مع قبول خاطر و حسن سخن خدا دوست۔

شائع شدہ کتابوں میں اس وقت تک ایک طرفیانہ اخلاقی ناول نمایاں پورے ہر
 جس پر ہمد لکھتے نقاد اگرہ۔ تمدن دہلی۔ اور دیگر اخبار و رسائل نے اچھے اچھے نام سے
 ریلو کے ہیں تین چار نظمیں کچی برسات کا ترانہ کے نام شائع ہوئی ہیں جس میں
 آپ کی مشہور نظم ”پی کہاں“ بھی شامل ہے۔

طالب علمی کے زمانہ میں کچھ غزلوں پر مدرس فاری مولوی فضل الہی صاحب مرحوم بسوانی
 مشہور فارسی داں سے اصلاح لی یہ ۱۹۱۶ء میں ساوی حکیم محمد افتخار علی صاحب جگر شاگرد رشید
 حضرت امیر بینائی کے زمرہ شاگردی میں باقاعدہ داخل ہوئے۔ استاد سے محبت و
 عقیدت کا اظہار ذیل کے قطعہ سے ہوتا ہے

خفانہ امیر کے جو بادہ نوش ہیں بیخود کیا ہے جبکو سے خوشگوار نے
 کہتے ہیں جبکو اہل سخن حضرت جگر میکش کیا مجھے بھی انہیں افتخار نے

آپ کی عمر اس وقت قریب ۳۵ سال کے ہے صلیح کل یہی خلیق و سنگ مرزاں ہیں
 زندہ دلی بات سے نیک ہی ہے سادی وضع رکھتے ہیں گو درس و تدریس
 کے علاوہ شعر سخن ہی خاص مشغلہ ہو۔ مگر آپکا ذوق شاعری آپ کے فرائض منصبی کی
 آوازیں کبھی حاسن نہیں ہوتا۔ آپ کو اس کا کافی احساس ہو کہ ہر کام اپنے موقعہ محل و اچھا ہوتا ہے
 احقر قاضی ظہیر الدین احمد ظہیر بسوانی۔ تلمیذ حضرت جگر

تعارف

حضرت باسط بہوانی نئے لکھنے والے نہیں کہ تقریب و تعارف کی ضرورت ہو۔ وہ ایک زمانہ سے لکھ رہے ہیں۔ اور تقریباً تمام رسائل و جرائد میں اُنکا کلام شائع ہوا ہے لیکن میرا اس رسم تعارف کو ادا کرنا تو صرف اس بنا پر ہے کہ وہ میرے نہایت پُر خلوص دوست ہیں اور میرا جی چاہتا ہے کہ اُن کے افکار منظوم کے ساتھ بھی میری یاد شامل رہے۔

اس مجموعہ میں جناب باسط کی غزلیں شامل نہیں ہیں بلکہ صرف وہ نظمیں درج کی گئی ہیں جن کو *Descriptive Poetry* کے تحت میں جگہ دیا جاسکتی ہے اور اس میں شک نہیں کہ وہ اس میں بڑی حد تک کامیاب ہوئے ہیں۔

حضرت باسط کے کلام میں یقیناً تخیل کی غیر معمولی بلندی ناظر مضمون آفرینی یا خوارق ادب کی جھلک نظر نہ آئے گی لیکن سادگی کے ساتھ دلنشین الفاظ میں مدعا کو ظاہر کر دینا جو شاعری کا حقیقی عنصر ہے آپ کو ہر جگہ ملے گا اور باسط صاحب اپنی اس خصوصیت پر بجا طور سے فخر کر سکتے ہیں۔

صفات انسانی میں تہا وہ صفت جو ایک شخص کو شاعری کا اہل بنا سکتی ہے اس کے قلب کا سرچ اتنا ہونا ہے اور حضرت

باسط میں اس صفت کا وجود خود ان کے کلام سے ثابت ہوتا ہے
 پھر چونکہ تاثرات کی پوری قوت صرف تشائم شاعری *Readers mind*
 میں ظاہر ہو سکتی ہے اور جناب باسط *فطرتاً* تاثرات خیرین
 سے زیادہ بے چہرین ہو جانے والا دل اپنے پہلو میں رکھتے ہیں۔ اس لئے
 آپس دیکھیں گے کہ اس مجموعہ میں زیادہ تر حصہ اسی نوع کی شاعری کا ہے
 اور انہیں حیات کو آپ سے زیادہ کامیابی کے ساتھ نظم کیا ہے جو ایک
 در و مند دل کے لئے مسرور یہ حیات ہو کر رہتے ہیں ۵

یہ مجموعہ اس لئے شائع نہیں کیا گیا کہ اس سے کوئی مادی نفع
 حاصل کیا جاسکے اور اس کی کوئی شخص توقع کر سکتا ہے بلکہ حاصل
 مقصود صرف یہ ہے کہ اس وقت تک کے منتشر تاثرات کی بجا ہو جائیں
 اور ان کے احیاء اس کو یادگار باسط کی حیثیت سے اپنے پاس
 محفوظ رکھ لیں۔ اگر اب بایں نے اس کو قدر کی نگاہ سے دیکھا تو ان کا
 شکریہ دینا جناب باسط کے لئے تو صرف اسی قدر کافی ہے کہ
 اس مجموعہ کو اس شخص سے نسبت حاصل ہے جو محبت و خلوص کا پیکر
 اور صداقت اخلاق کا مجسمہ ہے۔

خاکسار

(مولانا) نیا نرہ فنجپوری راجا ڈیرنگار بھوپال

مقدمہ

اعلیٰ معیار پر شعر کا پُر اوجھٹ یا جھکٹ آموز ہونا ضروری ہے عام
 معیار پر علامہ شبلی نعمانی کے بموجب جس کلام سوزوں میں تجنیل
 یا محاکات موجود ہو وہ شعر کہا جاسکتا ہے۔ لیکن جو بات ایک شعر کو
 شعر بنانے کے لئے ضروری ہے وہ نظم کے لئے تو بحشیہ مجموعی بھی
 ضروری نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہا کمال شعرا عموماً نظم کی طرف
 مائل نہیں ہوتے اور اسے شاعری کا ایک ادنیٰ درجہ خیال کرتے ہیں۔
 لیکن اصل یہ ہے کہ غزل کیا ہیں اس کام کا معیار ان کام کے کرنے
 والوں کے لحاظ سے قائم ہوتا ہے۔ چنانچہ مرثیہ گوئی کسی زمانہ میں
 بہت ہی ادنیٰ درجہ کی شاعری سمجھی جاتی تھی اور عام طور پر لوگ کہتے
 تھے کہ بگڑا شاعر مرثیہ گو ہو جاتا ہے۔ لیکن گذشتہ صدی کے بعض
 نامور شعرا نے اس فن کو ایک نئے قالب میں ڈھال دیا
 اور میر خلیق و نہیں۔ مرزا دبیر اور ان کے بعد زمانہ حال کے بعض
 نکتہ رس اور بلن۔ پایہ شاعروں نے فن مرثیہ گوئی کو اپنا مشغلہ زندگی
 بنا کر اس کا معیار بہت زیادہ بلند کر دیا اور آج گو کسی مشاعرہ میں
 معمولی درجہ کی غزل پڑھ دینا آسان ہے لیکن کسی مجلس میں معمولی
 درجہ کا مرثیہ پڑھنا بہت مشکل ہو گیا ہے۔ گویا غزل کا معیار جو فن شعر
 میں سب سے زیادہ بلند تھا وہ بھی مرثیہ کی بلندی کے سامنے پست ہو گیا۔

اسی طرح جناب اکبر مرحوم علامہ اقبال مولانا صفی لکھنوی اور دیگر باکمال شعراء نے نظم کی سطح اس قدر بلند کر دی کہ اب ہر کس و ناکس کو اس میدان میں طبع آزمائی کا حوصلہ نہیں ہو سکتا۔

ماہم متمدن سے متمدن قوم سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ اس کے ہر شعبہ زندگی میں کام کرنے والے ایک مقررہ معیار پر پورے اُتریں۔ اگر بفرض محال یہ صورت کسی طرح پیدا بھی کر لی جائے تو ایسے حالات میں زندگی ایک خشک اور غیر دلچسپ مشغلہ ہو جائے گی جس کی رنگارنگ دلفریبیاں اور بھانٹ بھانٹ کی باتیں فنا ہو چکی ہوں گی۔

خود انگلستان جو ساری دنیا کی ترقیوں کا مرکز اور تمام علوم و فنون کا گہوارہ ہے اپنے کسی شعبہ زندگی کے رطب و یابس سے پاک ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا اور جہاں ٹینیسن اور کیٹس جیسے فلسفہ قدرت کے ماہر بلٹن جیسے دنیا سے روحانیت کی سیر کرنے والے اور شکسپیر جیسے فطرت انسانی کے بے باق شعراء نے اپنی اپنی بلند پروازیوں سے نئی اور پُرانی دنیا کے ہر آئینہ علم کو شبہاتی بنایا اور اپنی یادگار اس قدر نہ بدوست قائم کر گئے کہ جتنی نسلیں گزرتی جاتی ہیں اتنے اس کے نقوش گہرے ہوتے جاتے ہیں وہیں دوسری طرت ایسی ہستیاں بھی گزر رہی ہیں اور موجود ہیں جو فن شعر کو اسفل سے اسفل درجہ میں گھسیٹ لے گئی ہیں اور پھر ان

دولوں، ابتدائی اور انتہائی مدارج کے مابین بکثرت درمیانی مدارج ہیں جن کے تنوع اور رنگارنگی سے دنیا کی دلفریبیوں میں مترارہ واقعی اضافہ ہو رہا ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ادنیٰ مدارج کی موجودگی ہی میں اعلیٰ مدارج کی راہ دکھاتی ہے اور پستی کا وجود نہ ہو تو بلندی کے لفظ میں وہ معنویت ہی باقی نہ رہے۔

لیکن ترقی پذیر اور مائل بہ الخطا اقوام کا فرق یہ ہے کہ اول الذکر کے مشاغل زندگی اور تفریح مذاق طبیعت سے کچھ نہ کچھ مناسبت رکھتے ہیں۔ اور جہاں کہیں اس کے خلاف صورت ہوتی ہے وہاں تمام عمرانی اور مجلسی قوتیں مخالفت ہو جاتی ہیں اور جو شخص اپنے مشاغل میں افتاد و طبیعت سے مدور نہیں لیتا وہ ایک عام اخلاقی مقاطعہ کی کیفیت اپنے خلاف صفت آرا دیکھ کر اگر اس مشغلہ کو بدلتا نہیں ہے تو کم از کم دوسروں کے لئے باعث عبرت ضرور بن جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اغلاط اور انسانی فروگزاشتوں سے قطع نظر اس کی ہر انفرادی یا اجتماعی کوشش میں میلان ترقی ضرور پایا جائیگا۔ برعکس اس کے خطا پذیر اقوام اس تناسب سے کوئی واسطہ نہیں رکھیں اور مشاغل زندگی کا تعین سطحی جذبات اور احساسات یا محض اتفاقات کے بموجب ہوتا ہے اور رب سے بڑھ کر یہ ایک غیر مضبوط اور بے اصول نظام معاشرت مشغلہ طبیعت کے تناقص پر نفرت کرنے کے بجائے اس میں اور معین ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کی ہر انفرادی یا اجتماعی کوشش اسے جادہ ترقی

سے دور ہٹا دیتی ہے۔

مندرجہ بالا منطور میں ہم نے جن معیاروں اور اصول کی تشریح کی ہے اس کے بعد ہمیں کسی شاعر یا مصنف کے فن و ادب کی ضرورت نہ تھی۔ اس لئے کہ اس کوئی پرکھنے سے ہر شخص ذرا سا غور کر کے کھرے کھوٹے کا اندازہ کر سکتا تھا۔ تاہم زبانِ اردو کے ادب لطیف کی موصلائے انسانی اور خدمت گزاری ایک قومی فرض ہے جس کے تقاضا کو مسترد نہیں کیا جاسکتا اور محض عام اصول پر لیکچر دیکر ہم اس فرض سے سبکدوش نہیں ہو سکتے۔

حضرت باسط بیوانی کی نظموں کا مجموعہ جو اس وقت شاہد معنی کے قلاب میں ہمارے پیش نظر ہے۔ قدروان فن کے لئے کئی پہلو سے قابلِ توجہ ہے۔ یہ کہنا تو مشکل ہے کہ مندرجہ بالا معیار پر یہ نظمیں کس حد تک پوری اُترتی ہیں اس لئے کہ ان کے حدود و خال اکثر غیر معین اور مبہم ہیں جن پر باریک اور تیز آواز پر بے کچھ دیانت کی ضرورت ہے لیکن شعبہ نظم کی موجودہ عام پست حالت کو دیکھتے ہوئے یہ معلوم کر کے مسترت ہوتی ہے کہ حرقی کی طرہٴ قدم بڑھانے کی کوشش مفقود نہیں ہے اور اگر شاہد معنی میں کوئی اور خوبی نہ بھی ہو تو یہ سیلان دنیائے ادب میں اس کی سفارش اور بہت افزائی کے لئے کافی ہے۔

شہری زندگی کی گونا گون دلفریبیوں اور زنگارنگ ترقیوں سے الگ ایک دور افتادہ دیہات میں بچوں کی تعلیم و تربیت کے دماغ سو

اور ہمہ گیر کام میں مشغول آدمی کے فکر سخن کے رجحان کا اظہار ہی ایک محیر العقول کارنامہ ہے۔ اور اس لئے اگر آئندہ اوراق میں ہمیں وہ بلند پروازیوں نہ نظر آئیں جو کسی مرکزی شہر کی تنوع زندگی کے عملی تجربات اور آزمائشوں سے پیدا ہوتی ہیں تو ہمیں بالکل متحیر نہ ہونا چاہئے اور نہ یہ اعتراض کرنا چاہئے کہ جہاں صبا و فتنہ ہوائی جہاز نقصان بسیط پر چکر لگا رہے ہیں وہاں ناقہ نیلی کی سست رفتاری کا ذکر بے محل ہے یا جہاں نشر صوت کے لئے نئی نئی ایجادیں ہو رہی ہیں وہاں نادر عاشق کی نارسائی کا تخیل بے گراں ہے۔ اس لئے جب بڑے بڑے زمائے فن ایک ساتھ کی کیر پیسے میں مشغول ہیں تو آگے بڑھنے کی توقع کس سے کی جاسکے۔

"شاید معنی" میں حمد و نعت، وثنیات، اخلاق، مشاہدات، اور حسن و عشق کے عنوانات کے تحت یہ کچھ نثریں درج کی گئی ہیں اور ان میں کافی نفاذ ایسی نظموں کی ہے جن میں کچھ اشعار رنجد خیال اور ترقی کی کوشش کا پتہ دیتے ہیں اور مصنف کے احساسات، عقاید، خصائل، عادات و اطوار پر روشنی ڈالتے ہیں۔ ایک ذہین اور طبع آدمی جوان اوراق کا مطالعہ کرے گا اس قسم کا بہت سا مواد جمع کر سکتا ہے۔

میرسری ورتی گردانی میں مجھے "رودہ حقیقت حال" گورغبیان، "در عمل" لعل شاد، مقدمہ کتاب لکھ جانے کے بعد ذیل کی نظموں کا افسانہ ہوا ہے۔ رسول امین صبح، جمید، فریاد بیوہ، اتحاد، تقسیم، تقسیم انعام، دل بہر و برکش و جزا، قش قدم، بیت سخاک، ہلیر

نامینا عینا اصل۔ اتفاق۔ اور قومی گیت کے عنوان سے جو نظمیں لکھی گئی
 ہیں وہ خاصی سوثر اور سبق آموز معلوم ہوتی ہیں جن میں اگر شاعرانہ بلند
 پروازیوں کی ہمتاں نہیں ہے تو قوائے ذہنیہ کے بانیہ استعمال کی
 علامات ضرور پائی جاتی ہیں اور یہ بات کچھ قابل قدر نہیں ہے۔
 اسی طرح انوکھی لوری۔ باز و نیاز۔ حسرت وید۔ اور پیچ کی کوک
 والی نظموں میں کافی جذبات کا ابھار ہے اور احساسات کا عمیق محسوس ہوتا
 ہے۔ جہاں کہیں تخیل ناقص رہ گیا ہے وہاں بھی وہ مادہ مفقود نظر نہیں
 آتا جو ہدایت و اصلاح سے اعلیٰ تر ترقیوں کی راہ پر لگایا جاسکتا ہے
 اس کے علاوہ "برسات" کی نظم میں روانی، انگور کے ذکر میں لطافت
 رنگ بہار میں کیف شمار، شیان کا انداز ترنم یہ باتیں اپنی اپنی جگہ پر
 ایک خاص دلکشی رکھتی ہیں۔

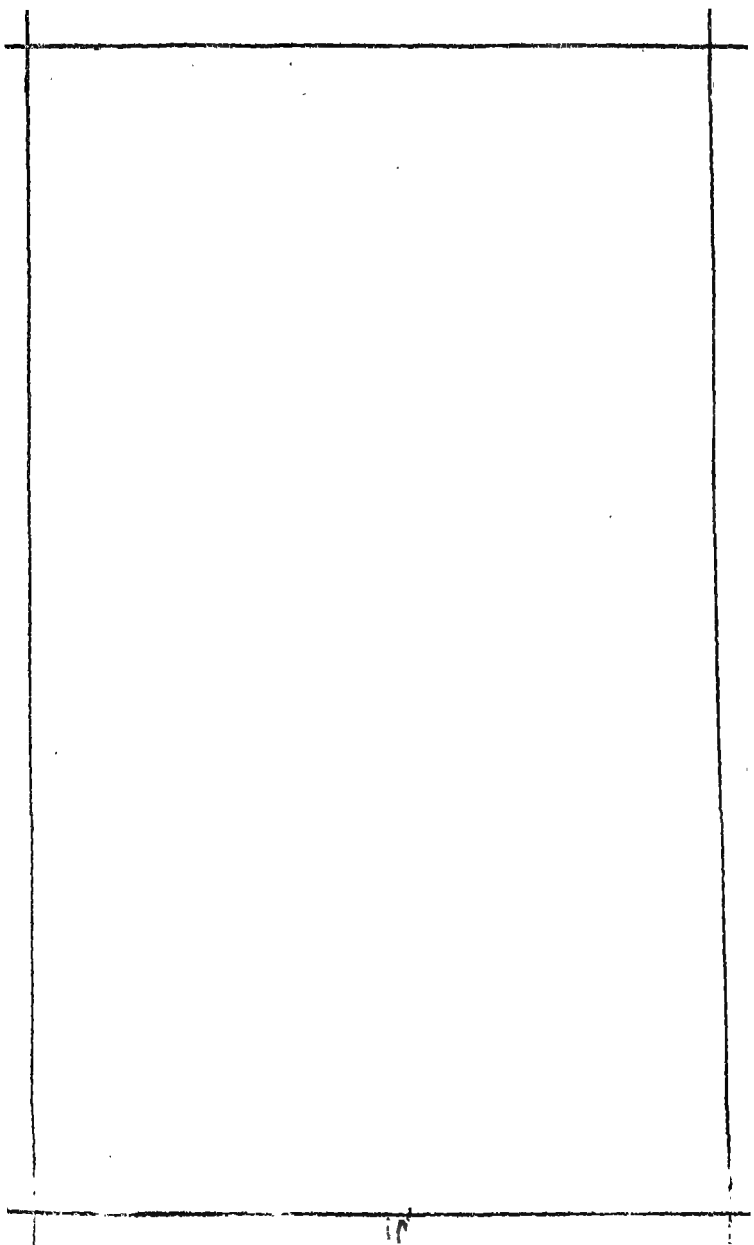
بہتر رجہ ذیل اشعار کا انداز بیان خاص طور پر مزید ہے۔۔۔
 جذبات ولی چشم گریاں سے بھل گئے ہیں دو کے نہ کوئی بھکواؤں ادا ہوا دریا ہوں
 لفظی تئیرات سے اس میں مزید ترقی کی گنجائش ہے لیکن جہاں تک شاعر
 کی کوشش نے اُسے پہنچایا ہے وہ بھی قابل داد ہے۔۔۔
 دیکھیں نہ چمے کیونکر اریاں نظر باسط نیز گئی عالم کا دلچسپ خلاصہ ہوں
 بہت پُرانا خیال ہے لیکن نئے انداز میں ادا کیا گیا ہے۔۔۔
 سیما ہے بڑھ کر کچھ دل کی ہتھیلی دامن صبر جس سے ہو جائے پارہ پا
 گو محض لفظی ہے تاہم ترکیب اور رعایت لفظی داد طلب ہے۔

ہوئی تن میں پھونک رہی ہو دو کھلی گرداری ہا قطعہ دل بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو اور خم طبعی بکری
 ہائے کیا کھیل رہی ہوں ساری دو بی ساکتا خون تمار رنگ بنا ہے آنکھوں کی بکری ہے
 اس کے دونوں شعر گھر سے جذبات کا پتہ دیتے ہیں اور کئی پہلو سے قابلِ ادب
 ہم ان کو دوست ہیں گزشتہ جو سامنے اپنے ہمارے ہی جو آئیں گے ہکھو روئیں گے
 صاف سا شعر ہے جو ایک ٹالیاں خصوصیت کی وجہ سے بہت لطف دے
 رہا ہے۔

یہ اشعار انتخاب کر کے نہیں لکھے گئے بلکہ جیسا میں نے عرض کیا ہے
 سرسری درقی گردانی کا نتیجہ ہیں اور یقیناً غائر نظر ڈالنے پر اس سے زیادہ
 اشعار ایسے ملیں گے جو کچھ نہ کچھ امتیازی خصوصیات رکھتے ہوں گے
 اور شاعر کو اپنے معصروں میں باعزت جگہ دلا سکیں گے اور اصلاح و
 ترقی کے نصب العین کو سامنے رکھ کر ان کوششوں کو جاری رکھا
 گیا تو شہرت و ناموری کی منزل بہت دور نہ رہ جائے گی۔

مجھے امید ہے کہ جہاں تنگ پہلک کی قدر دانی کا تعلق ہے
 ”شناہ معنی“ کی پذیرائی میں کمی نہ کی جائے گی اور جن قوائے ذہنیہ
 میں ترقی کی صلاحیت موجود ہے انہیں قوم کی بے توجہی اور
 فرض میں غفلت شعاری سے کمزور و مضحل نہ کرنا چاہئے۔

حضرت گنج لکھنؤ ۱۲ مئی ۱۹۲۶ء
 خاکسار
 (چودھری، رحم علی الہاشمی دہلی)

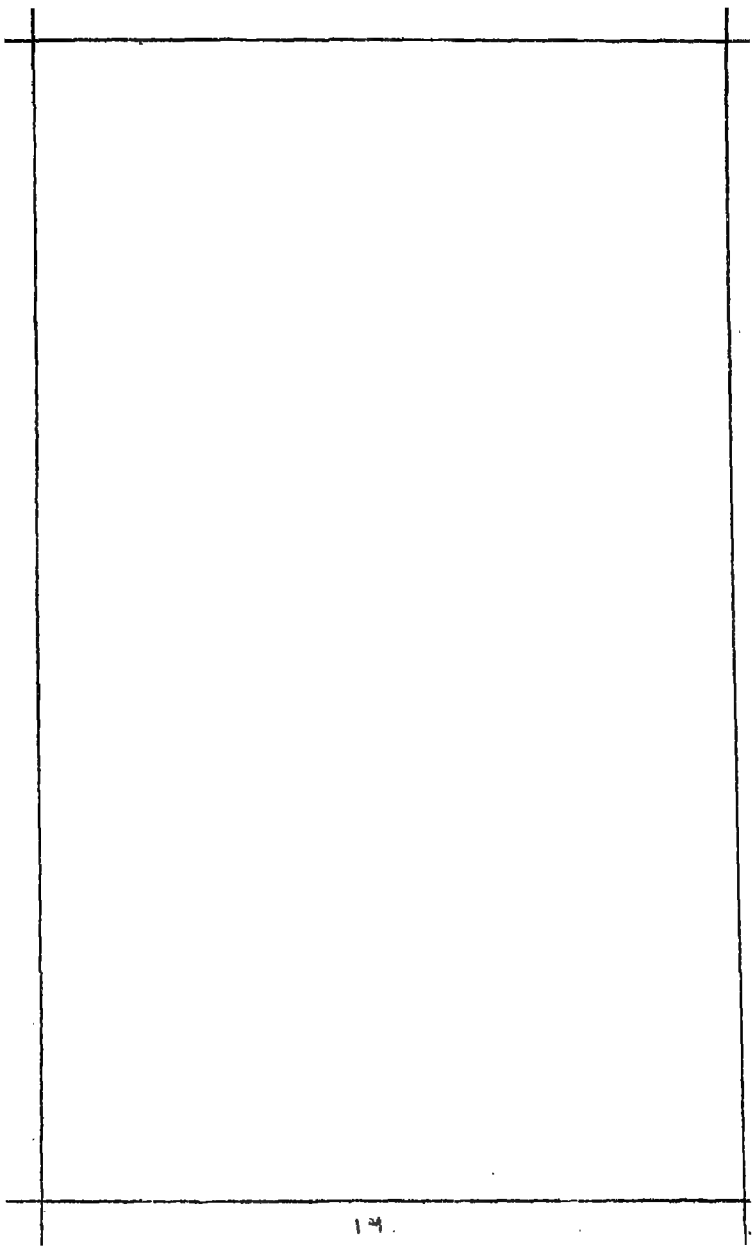


بادۂ فکر - سخن سے مہیج مددہرشی ہے
غیرت حسنِ تکلم مہری خامرشی ہے



”باسط - بسوانی“

حمد و لغت



بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد و نعت

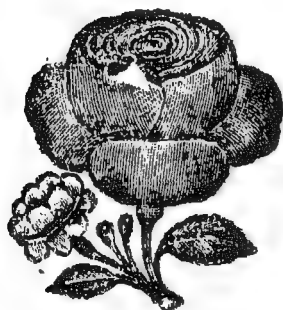
حمد

فہم سے یا ہر ہے بار بے تیری شان تیری
تیری ذات پاک ہو ہر طرح عیبوں سے تیری
تیری قدرت پر ہی شاہد خود تیری کاریگری
مجھے نقاش ازل کی دیکھ کر صورت گری
قص میں رہتا ہے ہر دم گم بند نیلو فری
گل نے کھولی صحرایں بہتیاں ہیں کان بگری
زگرں شہلا کو تو نے آنکھ دی جادو بھری
کارخانہ میں ترے دیبھی نہ ہرگز اتیری
رات کو ماہ مبین کی چار سو جلوہ گری
انجم خندان جو ہو پُر نور چرخ چنبرہ

کیا بشر سے حمد ہو اسے خالق جن تیری
کس زبان سے میں کروں اور تمنا کا تیرے
مجھے صانع کی ہر صنعت کا بیان کیونکر کروں
میں تو اسے خالق سرا یا نقش حیرت بنگیا
تیری صنعت دیکھ کر کیا زمین چکر میں ہے
یاسمین نے بھول چاندی کے نمایاں کپتے
لالہ صحر کو خوشا تو نے رنگا و لپیدر
اسے شہر ہر دوسرا کیا ہے نظام سلطنت
دن کو روشن ہو جہاں صنو کتری شمس سے
دشمنین گم ہائے رنگا رنگ سے دئے زین

سبزہ نوخیز سے کچھ اور ہی عالم ہوا
 بندگانِ بیکسِ ناچار سے پوچھے کوئی
 دستِ قدرت نے بھادی ہر طرفِ گلہری
 تجھ سے منعم کی ہے اپنی گنبد پر گوی
 چرخِ ہفتم سے زمین بھی کر رہی دوہم سری
 تجھ کو زیبا ہے فقط اسے میرے ملائم سری
 تو نے کی جنکو عنایتِ عزت پیغمبری
 تیرے سلطانوں کا سلطانِ شہنشاہوں کا شاہ
 تیرے قدر کے ہیں نمانہ شاہدائے سحر

وجہ میں آکر یہ باسط کہہ اٹھا ہے رب پاک
 نور و حدت کی تیرے ہر شے میں ہی جلوہ گری



اے حسن ازل تو ہے

شمشاد گلستان کا تو قامت دلجو ہے پھولوں میں سہمی تیری غنچوں میں تیری لہجہ ہے
سبیل میں ترا غم ہے ہر گل میں تیری ہے مستور ہر اک شے میں اے حسن ازل تو ہے

اے حسن ازل تو ہے

داغ دل سوزاں ہو داغ دل لہو وہ ماہ منور ہو یا ماہ کا یا لہ ہو
بلبل کی نوا سخی یا گرمی نالہ ہو مستور ہر اک شے میں اے حسن ازل تو ہے

اے حسن ازل تو ہے

مرفان خوش الحان کے آثار نغم میں تقریر کے پرشے میں انداز تکلم ہے
شبنم گہر ریزی - غنچوں کے بزم میں مستور ہر اک شے میں اے حسن ازل تو ہے

اے حسن ازل تو ہے

کعبہ ترا منظر ہے ویریت پُرفن بھی آہنگ مودن بھی ناتوس بزم بھی
دشت و جبل و صحرا کسا بھی مدن بھی مستور ہر اک شے میں اے حسن ازل تو ہے

اے حسن ازل تو ہے

منظر ترے جلوہ کی دریا کی روانی ہے ہاں ہاں لب ساحل پر تیری ہی کہانی ہے
قطرہ بھی ترا شاہد - گوہر بھی نشانی ہے مستور ہر اک شے میں اے حسن ازل تو ہے

اے حسن ازل تو ہے

تو نہ وز منور ہے تو ہی شب لیدار ہے تو آنکھ کی پتی ہے تو دل میں سیلاب ہے
گیسوئے معبر میں بہنے لگے دکھا ہے مستور ہر اک شے میں اے حن ازل تو ہے
اے حن ازل تو ہے

حن مہ کنعاں میں پنہاں ترا جاو! تیرے ہی لئے مجھوں ہے شیفۂ لیلا
شیریں کی اداؤں میں فریاد ترا جو یا مستور ہر اک شے میں اے حن ازل تو ہے
اے حن ازل تو ہے

تو سر و صندوق میں تو سون و بیل میں پیانے میں ساغر میں تو جام میں تو غل میں
ہر سو ہے ترا جلوہ تو جزو میں تو گل میں مستور ہر اک شے میں اے حن ازل تو ہے
اے حن ازل تو ہے

تو کوہ میں پنہاں ہو تو کاہ کے پرے میں افلاک میں انجم میں تو ماہ کے پرے میں
تو عجز کی صورت میں تو جاہ کے پرے میں مستور ہر اک شے میں اے حن ازل تو ہے
اے حن ازل تو ہے

تو باد میں آتش میں تو آب میں گل میں ہو تو نور بصارت میں تو آنکھ کے تل میں ہو
تو ریح میں شامل ہو تو ہی مرے دل میں ہو مستور ہر اک شے میں اے حن ازل تو ہے
اے حن ازل تو ہے

جو ہے وہ ترا شیدا اپنا ہو کہ بیگانہ عاقل ہو کہ سودا کی رجنون ہو کہ خزانہ
دنیا تری وارفتہ باسط ترا دیوانہ مستور ہر اک شے میں اے حن ازل تو ہے
اے حن ازل تو ہے

رحمتہ للعالمین

خاتم المرسلین رسول کریم
اللہ اللہ یہ تھی شان عطا
اور دیکھی اگر خطا کوئی
جب کسی سے تصور ہوتا تھا
کوئی خادم ہو یا رئیس کوئی
کچھ ملامت اگر کبھی کرتے
پھر بھی تعتریر کا اثر ہوتا
کیا ہی دلچسپ ہو اس کا بیان
کسی خادم کی جب خطا پاتے

اصاف بٹہ تھے پاک لہجہ
کبھی ہوتے نہ تھے کسی سے خفا
لطف فرما کے اپنے بخشی
رحم اس پر ضرور ہوتا تھا
جو خوشش سے بہہ رہتے تھے
تو اس انار سے کہ دل نہ دیکھے
پند حضرت کا دل میں گھر ہوتا
شان لطف و کرم ہے جس سے عیاں
صرف اتنا حضور فرماتے

ڈر نہ ہوتا جو روئے محشر کا

تجھ کو مسواک سے سزا دیتا



حسبِ عظیم

بہت منکر تھے رسولِ انام
 برابر بٹھاتے تھے اصحاب کو
 تفوق کسی کو کسی پر نہ تھا
 زمین پر بھرا عاجزی بھیک
 دیانت کا چرچا تھا آفاق میں
 دینے کی گلیوں میں حضرت اگر
 یتیم اور یتیمیں سب دور تیا
 عقیدت سے دامن پکڑ کر ہیں
 تسلی بخشی کا دیتے سبق
 غریبوں کو رکھتے تھے ہی عزیز
 انہیں میں جیوں انہیں میں
 اہی یہ بات کی بھی ہے دعا
 تو اضع میں تمہیں تھے لا کلام
 کوئی خاص ہوتا تھا نظام
 خیال مساوات رکھتے مدام
 ثنا دل کیا کرتے تھے و طام
 رسول امین کہتے تھے خاص عام
 ضرورت سے ہوتے کبھی شخام
 لپٹ جاتے قہر میں لوٹدی غلام
 بتاتے انہیں دل کی حالت تمام
 ہر اک سے محبت کرتے کلام
 کہا کرتے تھے سید و الام
 انہیں میں انہوں میں بھی روزیام
 کہ دنیا میں آئے غریبوں کے کام

ادم مرگ ہو یا دل میں ترمی
 زبان پر ہو جاری مستدام



رسول امین

محبوب خدا خاتم المرسلین شہنشاہ عالم شہنشاہ دیں
 لے حق تعالیٰ سے معراج میں زمین سے گئے سوئے عرش بریں
 ہونا نام محمد کی تعریف کیا بنوٹ کاروٹن ہے جس سے نکلیں
 فلک رتبہ کہتے ہیں اہل فلک سمجھ پائیں کس طرح اہل زمین
 ہوا باعث خلق کون و مکاں وہ خود گو کہ ہے لامکان کا کہیں
 بنے عرش و کرسی و لوح و قلم ستارے قمر شمس چرخ بریں
 نہ پوتا اگر مصطفیٰ کا نہ سہوڑا زمین ہوتی باسط نہ اہل زمین

محمدؐ سادینا میں کوئی امیں

ہیں ہی نہیں ہیں ہی نہیں ہیں

دیانت میں تہوڑے بالیقین لقب تھا اسی سے رسول امیں
 چلے جبکہ مکہ سے ہجرت کی شب ماریہ کی جانب شاہ مرسلین
 امانت کا لوگوں کی آیا خیال دیا حکم حضرت علیؑ کو وہیں
 کہ اسے شیر حق حید صفت شکن علی رضیؑ بازو سے اہل دیں
 امانت جو یہ اہل مکہ کی ہے پہنچ جائے سب کو یہ طرز ہیں
 جب اس کام سے تم کو وصیت ہے مرے بعد آجانا تم بھی وہیں
 یہ جو بی نیت - یہ حسن عمل نقد دل ساز و جان خیریں

محمدؐ سادینا میں کوئی امیں

ہیں ہی نہیں ہیں ہی نہیں ہیں

میں گریہ کی لہریاں میری

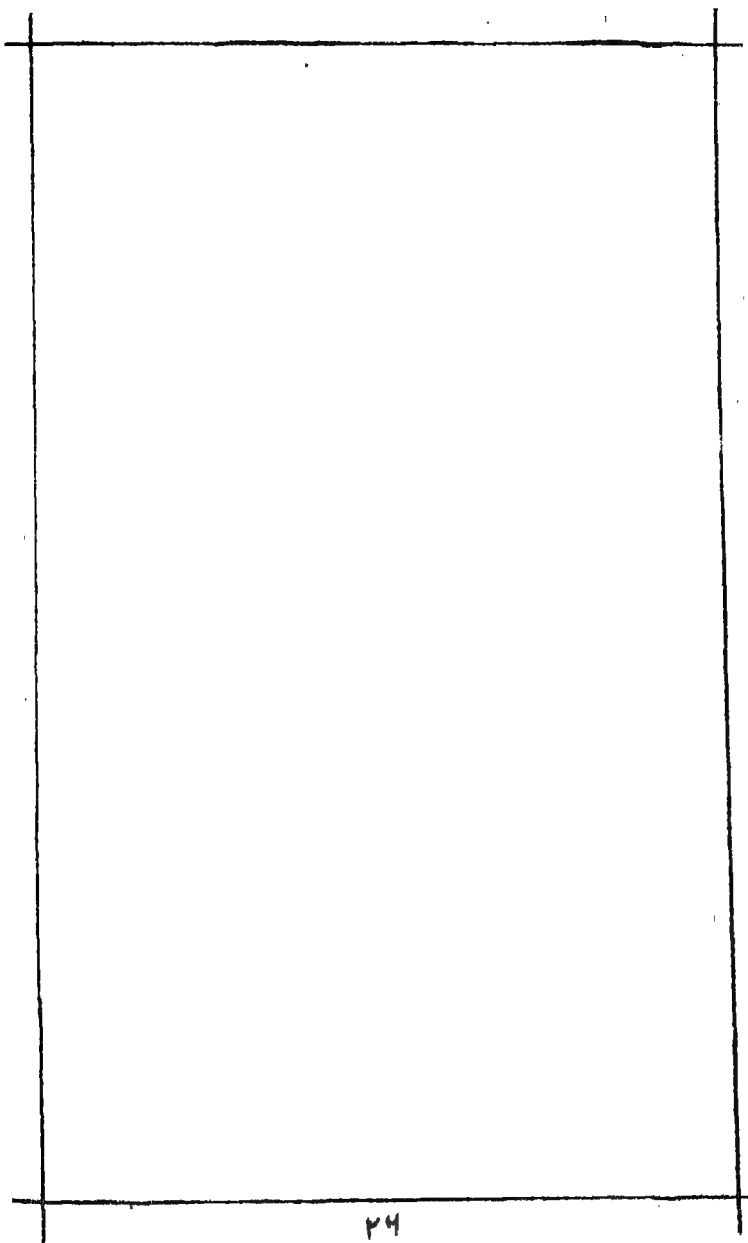
ہو قضا نعت حضرت باس طرح باس طرح دیا میری کہیں صل علی سکار فرشتے داستان میری
 گلِ صنون کھلاؤ اس طرح طبع رواں میری جن میں ہو مقل بیل شیریں سیاں میری
 قلم کہتے ہیں جس کو وہ ہنسنا گھٹنا میری
 زبان بدل سے اگر گئی ہو داستان میری نہیں سنتا نہیں سنتا یہ ظالم آسان میری
 بُری حالت کہتے ہو تائے اپنے دہان میری گماک نالہ مجھو ہے مولاناں میری
 مدد فرما یہ بے شاہ اس وجہ میری
 کہاں تک لے شہ والہ جانی کاغذ کٹا کہاں تک لے شہ والہ دل مضطر کو کہاں
 مراد دل درد افاقہ کی باتوں تیوں پاؤں سوئے شیرتہ نور شوق میں جاؤں تو چاقوں
 کہ صورت پھر نہ دیکھے سال سہ شاہ میری
 مری کشی سے بطنی جو بانی پر رواں ہوگی مسرت میرے دل کی میرے چہرے عیاں ہوگی
 تہ طم سے نہیں جہم شریک آسمان ہوگی ہوئے دل میری باد مراد باد باں ہوگی
 کہ رحمت راہ میں چہ دم سبکی پاباں میری
 نہائیں سے دل کی مراد لیناں ہو گئی نہیں یہ غیر ممکن ہو عیاں ہو گئی عیاں ہو گئی
 مری آنکھوں پہ نہرِ سخن کی ہر دم رواں ہوگی گریباں کی مرہاتوں میں گائیں بھیجاں ہو گئی
 خبر لیتے ہیں گے بڑھکے اہل کارواں میری

شکر کمال میرا اللہ کا فضل و کرم ہو گا
نہ دل کا شوق کم ہو گا نہ دل کا جوش کم ہو گا
پھر وگنا گنا مثل پروانہ میں یوں مینا ہو گا
تسناؤ مدینہ قلب میں آنکھوں میں دم ہو گا

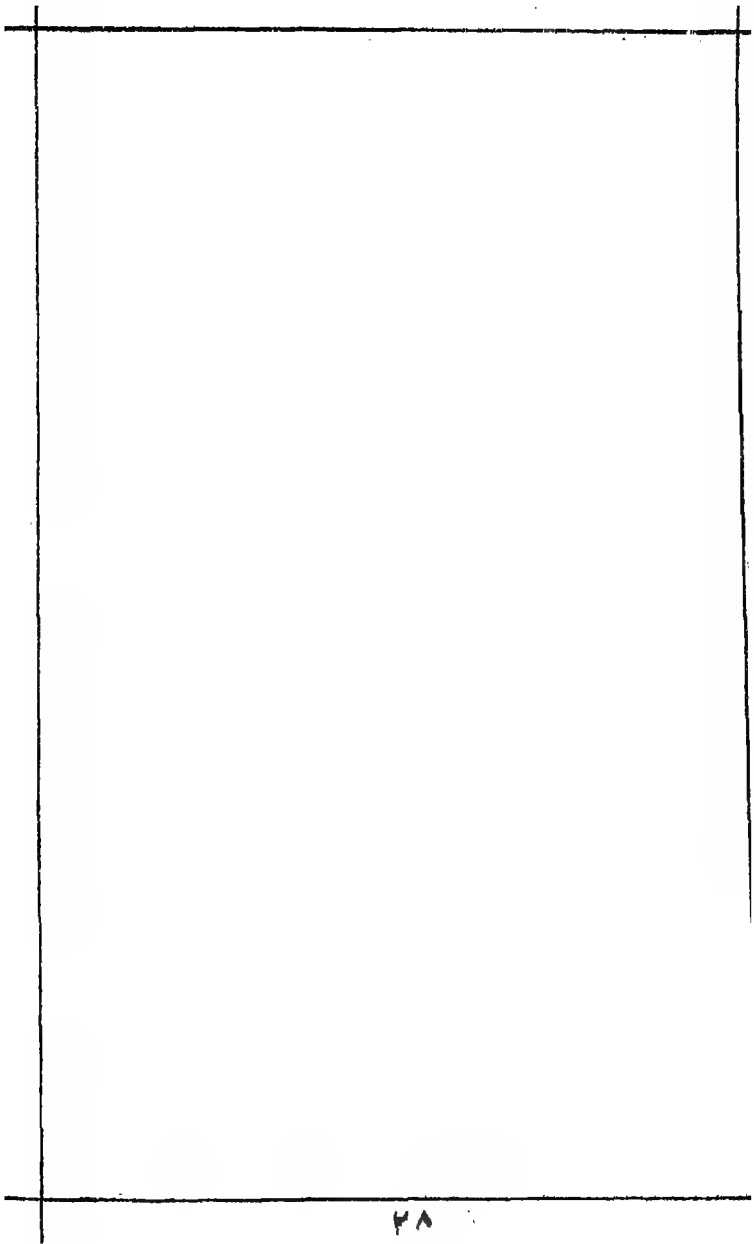
مرد و پروردہ فرمایا کچھ جذب نہاں میری
مری آنکھوں کے آگے جب دینے کی تیرا ہو گی
تسنا پھر مجھے جینے کی اور باسط نہیں ہو گی
یہی اک حسرت برینہ میرے لطف میں ہو گی

فدائے روضۂ اطہر ہو جان نا تو اں میری
ہنکچہ نہیں شکا با سطر کہ غرق بحر صبا میں
خیال بے زری تو کو بظاہر کچھ پریشاں ہوں
مدینے میں گڑیں گی کچھ لینا پڑیاں میری
غریب فلسفے تو شہر بے ساز و سامان ہوں
مگر دل تو گواہی دے گا کہ کیوں نہ شادان ہوں





دینیات



دنیا

اللہ اکبر

بتاؤں تم سے کیا تھے نعرۃ اللہ اکبر ہے
 یہی لازم ہے صبح و شام و راس کا برابر ہو
 صدایہ وہ ہے جس پر اہل دل کو ناز ہو
 یہ وہ ہے نور ملک میں جسے ہر عرب لایا
 خدا جانے یہ کیا تھی بات اس اللہ اکبر
 عرب سے چارو عالم میں یہ تئویر پہنچی ہے
 ہزاروں آج یورپ میں اس کے جانے والے
 یہ مسلم چین کیلئے دنیا کی بھی خیر عالم ہیں
 یہی تکبیر کہ کیلئے ہے جنگ کا کڑکا
 قدم اکھڑے تھے چمچائی بیشک صدایہ ہے
 تعجب کیا جو دشمن شکستے یوں تیار ہوئے
 لڑتے گویے ہیں سرسبز کہسار کیا کہنا
 موزن نے وہ ذکر خیر سے اپنی زبان ترکی
 اسی کو سن کے لیلیٰ پردہ محفل سے نکلے گی
 مراد سے جائیگی جو وقت باسط دل کو نکلی

میری پیاری مسجد

تو ہے خادِ خالقِ دو جہاں	ترا پیاری مسجد کروں کیا بیاں
نمایاں ہے شانِ خائے غفور	یہاں پر برستا ہے وحدت کا نور
بہی خواہ تیرا ہے عرشِ آشیان	تو ہے ہمسرِ آسماں بے گماں
یہاں ہے فرشتوں کا ہر دم گزر	مبارک ہیں بیشک یہ دیوار و در
زباں بنا ہے میری اس بابِ یں	عجبتان ہے تیری محراب میں
خدا کی ہیں قدرتِ بیشک نشان	ہیں گنبد ترے گنبدِ آسماں
بلندی وہ ہے چرخِ دوآر کی	عجب شانِ ارفع ہے مینار کی

غرض ہر طرف نور ہی نور ہے
کہ تو نورِ خالق سے سمجھ رہے

خدا کی محبت کے بیمار ہیں	نمازی ترے عاشقِ زار ہیں
ریاضت سے مطلبِ طاعت ہوگا	ہر اک کو یہاں ہے عبادت سے کام
دلِ عمرہ کو بھی لائے یہاں	نمازی ادب سے ہیں آئے یہاں
ہے اس وقت خواہشِ فقط ذکر کی	ہمیں اُنکو پروا کسی منکر کی
شرابِ محبت سے سرشار ہیں	عبادت کو دل سے وہ تیار ہیں
تو ہے منتظرِ دوسرا بھی کھڑا	وہو سے اگر ایک فارغ ہوا

صغیں بند گئیں ایسا وہ غریب
 سمجھتے ہیں اپنے کو اب پشیماب
 ہیں سب ایک ہی صفیں شاہ و گدا
 برابر ہے ہر بندہ پیش خدا
 نظر آ رہے ہیں غریب و امیر
 کہیں پر نمایاں ہیں برنا و پیر
 پرانی روش کے جو استاد ہیں
 نئی روشنی کے بھی آزاد ہیں

امام مصلیٰ جو قاری ہوا
 لٹو ذکر خدا و نماز جاری ہوا
 ہر اک کی زبان پر ہے حمد خدا
 کہ بیشک ہے تو مالک و مولا
 تو معبود ہے تو ہی معبود ہے
 ہر اک نفس میں یارب تو موجود ہے
 کبھی دست بستہ بجز تعظیم کی
 کبھی سرسجڑہ ہیں باذوق و شوق
 مودب کبھی بھیکراے خدا
 تری حمد کرتے ہیں وہ بر ملا
 عبادت سے جو وقت فارغ ہوئے
 اٹھے ہاتھ رکے دعا کے لئے
 کہے تجھ سے رہنے مطالب بھی
 ترے آگے روکے سوئے ملتجی
 روانہ ہوئے پھر سوئے کا و رہا
 مرنے سے گذرتے ہیں لیل و نہا
 تجھے وقت پر یاد کرتے ہیں وہ
 تیرے نام پر دل سے مرتے ہیں
 یہ ہے عرض باسکہ خدائے کریم
 دکھائے اسے اب رہ مستقیم

پڑھے دل سے وہ پنجگانہ نماز
 جتنی سے رہے صرف راز و نیاز

روزہ

عرض میری آپس یہ ہے گزراں جناب
 بناؤ ناچیز پر احسان ہوگا جیسا ب
 یوں دیکھ انکا ہنسنو نہ کہجے اجنا ب
 خوں یہ ہے حضرت ل کی نہ عادت ہو خراب
 اے گئے آ کر مجھے قبل غروب آفتاب
 میز پر کتنی چنی قدیں نعمتیں با آفتاب
 کام اپنا کر رہی تھی خوب چشم انتخاب
 تھا اداں کا منتظر باقی رہی تھی اپنے تباہ
 دیکھئے وہ دست روزہ دار وہ حلوی کی کباب
 روزہ کھولا کھائی افطاری بھی چاشم پر آب
 مجھ گزرتے دل کو دامنگیر رہے شرم و حیا
 کھل نہ سکتا تھا کسی پر میرے دل کا اضطراب
 سوختہ دل پہلو سوزاں میں تھا جاؤ گزرا ب
 سامنے رکھی تھی لا کر دل نے نیکی کی کتاب
 ایک وہ ہیں پیتے ہیں جو شربت فنا ہو گلا ب
 ایک وہ ہیں جبکے آئے ہیں غذا میں جیسا ب

اک محب با صفا نے ایک دن مجھے کہا
 آج مجھ عاجز کے گھر پہ آپ روزہ کھو
 عرض کی ہیں نے بحث تکلیف فرماتے ہیں آپ
 ہر بان بٹلاؤں کیا میں عذر خواہی کا سبب
 عذر میرا کچھ نہیں میرے کرم نے سنا
 دیکھ کر منتظر ہاں کا میری آنکھیں کھل گئیں
 کرسیوں پر جلوہ فرما ہمدرد تیرا زخم
 تشنگی سے ناز پروردہ کوئی بے چین تھا
 آگئی کاؤں میں وہ اللہ اکبر کی صبا
 شکر خالق کر کے میں سانس بھی بڑیا یا تھ کو
 دیکھئے والوں کو شاید یہ گمان ہوتا رہا
 کوئی قلب مضطرب کے حال کو واقف تھا
 سمجھو دنیا تھا وہاں خون جگر شربت کا لطف
 کھل گئی تھی باسط اپنی شیم بان اس گھڑی
 حیف کہ وہ ہیں جنہیں کھنڈا نہیں باقی نصیب
 حیف کہ وہ ہیں نہیں جکڑے سوزان خشک

پھر بھی ہیں پابندِ فرضِ مذہبی ہم سے سوا
 بھوک کیا ہم سے سوا ان کو نہیں کئی تحف
 اس قدر ہیں ان پر افضالِ خدا لا جواب
 پیاس کے ماحولِ نہیں مٹا نہیں کیا اضطراب
 تاد آجائے ہیں ان زیرِ دستوں عجب
 کل بچھے ہو گا مگر ہر بات کا دنیا جواب
 ایسا ویسا دن نہیں پہلے بشرِ روزِ حساب
 پرستشِ اعمال جیب ہو گی نہ کچھ بن آیتِ گلی
 بابِ جنتِ روزہ داروں کے لئے کھل جائیں گے
 تارکِ روزہ وہاں کھا بیٹھے لاکھوں پیچ و تاب

غزل (صبحِ عید)

پیاں شکن کو یاد ہو پیاں صبحِ عید
 وہ قتل کر رہے ہیں مجھے آج اس لئے
 پیاں صبحِ عید ہو عنوانِ صبحِ عید
 رنگیں ہو مرے خون سے دامنِ صبحِ عید
 چہرہ ہے یار کا رخِ تابیانِ صبحِ عید
 ملتی ہے زلفِ یار اگر شامِ عید
 رنگیں لباسِ ان کا ہے دامن میں بھول ہیں
 ساڑہ شب وصال ہے سامانِ صبحِ عید
 باسط وہ رشکِ گل سے عشرت سے بہت
 سنا ہے تیری کون غزلِ خانِ صبحِ عید

#

حسن و جمال اپنا اک دو گھڑی دکھا کر نظروں سے چھپ گیا تو آخر کو جھلملا کر
کوئی غزالِ رعنا جس طرح اگے آکر چھپ جائے دم زون میں حد نظر سے جا کر
کیسی سرور افزا یہ لڑکی جھلک تھی

مومن ہیں مسٹ بھنڈو دیکھا تو رکی جھلک تھی
اہل جہاں نے جھکو بیشک حسین پایا مہوش تھے بتایا ہاں مہ جبین بتایا
زاہد نے جھکو دیکھا تو حور عین بتایا عشاق نے جو دیکھا محل نشین بتایا

دیدار کر کے تیرا ہے شاد ایک عالم
ہے دم قدم سے تیرے آبا ایک عالم
عنوانِ شاد و بافی بہتید عید تو ہے قفلِ درخشی کی بیشک کلیں تو ہے
تو جان آرزو ہے دل کی امید تو ہے لیکن یہ کیا قیامت ہم سے بعید تو ہے

لنہ پاس آ جا اس میرے دور والے
تجھ کو گلے لگا لوں نو د و ظہور والے

عیدِ طرب کا ہم تک پیغام لانے والے اچھی گھڑی کا مژدہ ہم کو سنانے والے
درپردہ ہنکوا اپنی شہوئی جھکوختا نیوالے چھپ کر شفق میں بیاری صورت دکھانیوالے

ہوتا رہے تجھے یوں حسن و جمال حاصل
بعد از زوالِ تجھ کو پھر ہو کمال حاصل



”نغمہ عید“

ساقی کا فیض عام ہے زریں چھلکتا جام ہے
اب دخترانِ رام ہے پینے سے مجھ کو کام ہے

پُر ساغرِ بلور ہے خونِ نابہ انگور ہے
دل شاد ہے سہرور ہے رنج و محن سب دور ہے

ہر سمت جشنِ عام ہے ہاں عید اس کا نام ہے
جو شخص ہے خوش کام ہے کیا مع ہے کیا شام ہے

دیہاں دل آبا دیں اپنی جگہ سب شاد ہیں
غم سے سبھی آزاد ہیں عشرت کے نغمے یاد ہیں

ساقی کرم فی الفور ہو بشد بھراک دور ہو
مخل کی رنگت اور ہو پھر بزمِ حبم کا طور ہو

ساقی وہ فیض عوام ہو
گروشن ہیں پیہم جام ہو
نہا ہر مرا خوش کام ہو
جو کھی سے گلغام ہو

یہ روزِ روزِ عید ہے
ارمانوں کی تہِ دید ہے
غیبی یہی تائید ہے
پھر گلِ غنوں کی دید ہے

زادہ اگر خمور ہے
ہر طرفِ دل سے دور ہے
زندوں کا دل مسرور ہے
اس دن کا یہ دستور ہے

سیرِ گستاں اک طرف
گلِ بازوِ خواباں اک طرف
سب ساز و ماں اک طرف
کچھ گلِ بدماں اک طرف

واسطے گریاں اک طرف
مصحفِ نمایاں اک طرف
الجاہ ہے داماں اک طرف
زلت پریشاں اک طرف

ہم آج بھی مجبور ہیں
جیتے جو ہیں معذور ہیں
اُس جانِ جاں سے دور ہیں
مرتے نہیں، مجبور ہیں

گلشن کا سا ماں اک طرف
بلبل ہے نالاں اک طرف
محفلی ہے نازاں اک طرف
بائسطِ غزلخواں اک طرف

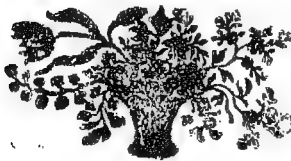
صبح عید

رنگ چمن بنا ہے گریباں صبح عید
 کیا شے ہے کیا کہوں رخ خنداں صبح عید
 بھولا نہ رات بھر مجھے عالم ہلال کا
 دشمن ہوں یا کہ دوست گئے آج سب ملیں
 کافی ہے انتظار میں نے تمام رات
 ہر شے سے کیوں درجست حق کا ٹھوکر ہو
 حاصل ہوا ہے آج مجھے ہنسنا طہ روح
 سرخ و بنج و جھکا مرا سب سے کیواسطے
 تیار شعاع ہر میں سطر میں بیاض کی
 بخشش خدا کی آج ہے ہر روزہ دار پر
 کیا و لفریب الکی ہیں رنگیں ادائیاں
 ہاں تو نہا ہے آج اسے دولت مہال
 دامان گل سے کم نہیں دامان صبح عید
 گویا بہار پر ہے گلستان صبح عید
 اس کا ٹھوکر شام تھا اعلان صبح عید
 جاری ہوا یہ دہریں سردمان صبح عید
 پیش نظر تھا شام سے سامان صبح عید
 یہ شان صبح عید یہ سامان صبح عید
 سوجان سے ہے دل مرا قربان صبح عید
 دائرہ مرے سر ہے یہ احسان صبح عید
 سحر خیز شفق کی صاف ہو عین صبح عید
 مہجور نعمتوں سے ہوا خوان صبح عید
 پھولوں سے ہے بھرا ہوا دامان صبح عید
 باسط ہے کس ادا سے شناخوان صبح عید



برق طُور

جلایا خرمِ بہتی مرا برق تبسم نے تماشا طور کا دکھایا ہے مشاقِ نظم نے
 کیا بے خود سراپا لونِ ترانی کے ترغم نے ستم کیا کیا کئے عاشق پر اندادِ ترتم نے
 پتہ ملتا نہیں کس شوخ کو جلوہ نما دیکھا
 کوئی موتی سے پوچھے آپ نے دکھایا دیکھا
 سوئے غش ہائے کوہ طور پر یوں دیکھنے والے نہیں ہو تا ب نظارہ پڑے ہیں جان کے لالے
 کبھی آپہنلِ ناکام کرتا ہے کبھی نالے اگر کیا سحر کے اس برق و ش کے سنئے ڈالے
 گرا پر وہ لڑوئی تباہ من بھاڑتے اٹھے
 ستم یہ اور بھی دیکھا گتے یاں پھاڑتے اٹھے
 سما یا ایسا آنکھوں میں کیس کا اور کیا کہنا کہ موتی کہہ رہے ہیں جلوہ مستور کیا کہنا
 جہلائے سینکڑوں گھر لے چراغ طور کیا کہنا دکھانا کھل کے جلوہ بھی نہیں منظور کیا کہنا
 مری قیمت کہاں یہ تھی کہ نقشہ پاک ہو جانا
 جگہ آنکھوں میں ملتی طور کی میں خاک ہو جانا



حقیقتِ حال

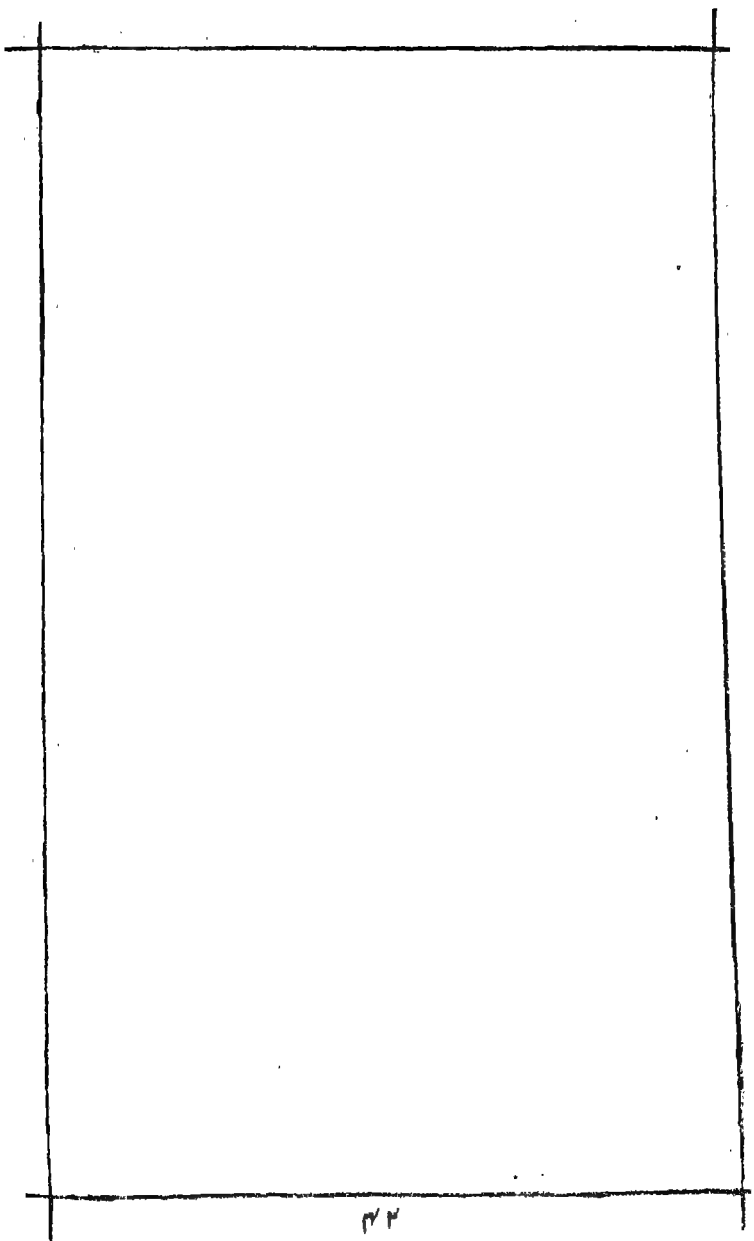
وہ اپنا عہدِ زریں وہ ارضی پاک شرب
اُمّی لقب وہ ہادی وہ ناخذائے عالم
مشرق سے جب بڑھے ہیں سبیلِ ازل کی حیثیت
تھے رہبرِ زمانہ تھے عالمِ یگانہ
مغرب کی پانی کچھ ایسی روح پرور
مغرب توڑ ڈالے سب جام پر نگالی
نازل تھے ہم پر ایدلِ افضالِ ذلّجلیلی
کشتی بھنور سے جس نے شرب کی آنکالی
مغرب کی سرزمین کی بٹاک چھانڈالی
بینا و ہل ہم نے دنیا سے کھود ڈالی
مغرب توڑ ڈالے سب جام پر نگالی
تھا اتفاقِ ہم میں۔ ایثار پر تلے تھے

مشہور تھی ہماری دنیا میں خوشِ خصالی

یہ انقلابِ عالم۔ نیرنگی نہ مانہ
ہاں وہ عروج اپنا ہاں پندال اپنا
چو نکار نہیں سہم کچھ اہلِ درد کیا کیا
کس در دستے بھرا ہے اقبالِ کاثرینہ
اپنے کو تم مشاؤ لیکن ذرا یہ سوچو
ہاں عزتِ سلف کو زندہ کرو جو الف
اسے تو م خاک گشتہ بیدار ہو خدا را
اب خواب ہو گئی ہے وہ اپنی میثالی
وہ رشک بدر صورت یہ صورتِ عالی
غفلت نے ملو بخشی لیکن فرغِ عالی
کس سوز سے ہی ملو اکبر کی خوشِ عالی
رونگا کون ملو شہلی رہو نہ حالی
زریں بنا دو پھر تم یہ ساغرِ سفالی
اب بھی ہے تجکو باقی کچھ شوقِ پاتالی

باقی کہاں سخن میں شیرِ نئی ظرافت
کچھ سوز سے ہے ملو باسط کی خوشِ عالی

اخلاق



احساق

گورِ غریبان

وہاں وہ ہنو کا عالم تھا بڑا دبی حشیرانی
 بیاں شہر خوشاں کی کروں کہیں میں فریانی
 کہ عبرت کر رہی تھی رو کے چہرے مرثیاتی
 جو پہنچاتے رہے تھے عمر بھر پیغام ربانی
 کہ جس پر فخر ہے بر سر وہاں تھا تاج سلطانی

پڑا تھا خاک کے نیچے دو نادر شاہ درانی
 بہت قہر و غنور - اکثر شاہ ایران فی ہا
 جہاں میں رہ گئی تھی جتنی تھی انکی جہانیاں
 کہیں پوشیدہ دیکھا ہے اپنا دشمن جانی
 انہیں کی گور پر وہاں تھی اشعار درباری
 وہیں رہے تھے اک جاگور عنون کی بھی پہنچانی
 وہیں پر اک جگہ تھی قبر فرہاد بیابانی

سنگ گورِ غریبان لیگئی ول کی پریشانی
 اداسی چھانکھی دل پر عجب منظر نظر آیا
 غریبوں کے بہت ٹوٹے ٹوٹے دھن وہاں دیکھے
 بزرگانِ خلافت کی شکستہ کتے قبریں تھیں
 وہی سر شہر کریں کھاتا ہوا اسجا نظر آیا

جہاں لرزاں تھا جسکے خوف سے کل ایدائیں
 لے تھے خاک میں جھینڈو دارا سکندر بھی
 نہ وہ جاہ و چشم تھا اب نہ انکی شوکت و عظمت
 کہیں تھا کوئی بیگانہ وہاں زیر نہیں پہنچا
 رسائی جن شہنشاہوں کا انانوی شکست
 وہیں پر اک جگہ تھی ایسی محل نشین سوتی
 وہیں پر خواب شیریں کا فر و شیریں بھی تھی

اب لعین کا انکے اب نشان ہو کو نہیں ملتا
 پڑے خاموش تھو کچھ شاعر زنگیں طہیت بھی
 نہ تھا خراجِ مشیت خاک کچھ حاتم کی بت پر
 ہزاروں زشت صورت ملے تھو خاکِ تقدیریں
 یہ منزل وہ ہے جس کو تشنہ لبِ اک سو جانا ہو
 کیا کرتا تھے جو مشنوقِ بدنس ہنس کر گلِ افشاں
 ملا تھا خاک میں سب مر کے دعویٰ زبا نڈانی
 کیا کرتا تھا بارانِ کبوتر جو گوہر افشاں ہی نہ
 ہوئے تھے نذر مٹی کی کروڑوں لہ لوزانی
 سرابِ دہر کو دھوکے سے کیوں سمجھتے تم پانی
 اٹھو بیدار ہو باسطِ تہیں بیدار کرتا ہے
 فقط اک خوابِ ایو غافلویہ عالم فانی

ورق گل

اس طرح پڑھایا اسے استاد ازل نے
 بیمارِ محبت کی ہوئی غیر جو حالت
 چارہ نہ چلا کچھ بھی ہو انزع کا عالم
 نالاں تھا کبھی میں تو کبھی چاکِ گریباں
 پھر لاش سے یوں پس گیا بے بسدغم
 پھوٹے اشقِ شام سے بڑھ کر سرِ تربت
 اس بات سے فرصت بھی نہ پائی تھی کہ دیکھا
 بلبل کو رہا یاد ہمیشہ سبقِ گل
 لٹخے کے عوض لے گئے باسطِ ورقِ گل
 ٹپکانے لگے بیٹھ کے منہ میں قِ گل
 دل میں غمِ بلبل تو کبھی تھا قلقِ گل
 کام آئے اگر کچھ بھی تو لادیں بلقِ گل
 گل ہوا فخرِ چرخ تو سرخیِ شفقِ گل
 تاراجِ خزاں ہو گیا اک اک ورقِ گل

حسن عارضی

رہا حسن چہاں افرور جہاں عارضی ہو کہ
 دکھایا تو نے ہنگام انقلاب عالم فانی
 دل مضطر نے چو نکالیا تو ہم بیتا ہے چرکے
 کہاں ہو شکل رعنائی وہ اپنی ہی غنائی
 کہاں ہو وہ اواد وہ ناز وہ انداز مستانہ
 غضب شام جوانی یوں سر کے ذریعے
 کہاں ہو اب جیس صاف میں دیکھ کر عالم
 کمائیں تیرے امرو کی بھی اب تری کمائیں
 سنگسار شرمناں میں تری جادو نہیں باقی
 کہاں ہیں اب تری رخسار ایشیا کے جلوے
 رخ گلگون پرتو چھائی زردی معاذ اللہ
 عجیب عالم جو اس چاہ ذوق چاہ رخسار کا
 مذاہب وہ سابق سیمیں ہیں نہ حسب تاریخ
 مذہب رفتار فتنہ زائد اعجاز مسیحائی
 کہاں سستی جوانی کی سرور حسن باقی ہے
 خلاصہ یہ کہ باسط ہے عجیب قانون رست کا
 مرتعہ پیکر حسن تباں ہو صاف عبرت کا

ہوا نظر و س غائب چاروں کی چاندنی
 ہوئی تاریک آنکھوں میں ہمارے ہم نوبانی
 ہوا اب امتیاز نیک بد ہم خواہے چوٹے
 کہاں ہو صورت زیبائی اب اگلی سی زیبائی
 کہ یہ تو ہے ترا کر رہا ہوا افسوس انسانہ
 کہ رنگ زلف مشکین صنم کا فور سے بدلے
 جسے نہ پہچانتا تھا چرخ طور کا عالم
 اشارے سے ہو جاتی تھیں کہ ہم ترچہ نہیں ہیں
 نگاہ ناز کا وہ نازک دلجو نہیں باقی
 لگاتے تھے دلوں میں آگ مشت خاک کے جلوے
 کیسے نے تیری حالت دم میں یوں کس نبی معاذ اللہ

منور چکے ورکھتا تھا اجالاہ و تاباں کا
 مٹی تصدیق کی صورت ہیں سب افسانہ نگار
 نہ ذوق خود غنائی ہی نہ وہ شوق خود آرائی
 کہاں تمکین پندرہ وغیرہ حسن باقی ہے

خطاب گل بہ گلچیں

مجھے کیوں توڑ کر لائے چین سے چھوڑا یا کسلے مجھ کو وطن سے
کیجا شوق کیا رنج و محن سے نکالا بزم نسرین و سمن سے

ستم ڈھایا شفیقوں سے چھوڑا یا
چمن کے سب رشتیوں سے چھوڑا یا

سند آئی مری کیوں جامہ زری کہ بھروں دیکھتے ہو شکل میری
اٹکتے ہو کبھی ایک ایک پتی کبھی ہے جا بچ میری رنگ بو کی

کبھی تو جد میں تم جھومتے ہو
کبھی تم سو نگہ کر رہو چومتے ہو

جگر اس درخت اول ہی سو شوق تھا بریشاں حال تھا دل میں قاف تھا
تمہارا ہاتھ لگتے رنگ فق تھا گھر آئے آئے اک سادہ ورق تھا

مگر مطلب تمہیں دل بستگی سے
غرض کیا نکو میری خستگی سے

غضب ہے گردش دور زمانہ ہوا تیرا حادث کا نشانہ
چمن کا مجھ سے چھوڑا آستانہ ہوئے غم موت کا میری پہاںہ

یہ کیوں منہ کھول کر بولے الہی
مندائے سمر ٹریے اولے الہی

بنی ہے جان پر رنج و محن سے نہ تھی امید یہ چرخ کہن سے
 لگی ہے آگ میرے تن بدن سے کلیجہ پھٹتا ہے یاد چمن سے
 دگرگوں حال میرا دم بہ دم ہے
 روانہ قافلہ سوئے عدم سے
 کہاں سے آئے ہے تھے تم کہہ دے کہ لایا شوقِ تلخ بینی ہی گھر سے
 چھپا میں لاکھ پتوئیں خطر سے بچی لیکن نہ جاں اہل نظر سے
 بتایا تم سے کس نے میں بہاں میں
 کہا کس نے کہ پتوئیں نہاں ہوں
 مجھے ہو یاد وہ اتک زمانہ نسیم صبح کا وہ گدگدانا براہ
 وہ اپنا مسکرانا کھل کھلانا وہ پھر بیتاب ہو کر کوٹ جانا براہ
 مزے کے دن تھو کیسی لگی تھی
 شرارت کوٹ کر مجھ میں بھری تھی
 کوئی پوچھے دل اندوہ کیس سے مزے تھو جو چمن کی سرزمین سے
 پہنچ جانا کہیں میرا کہیں سے لپٹ جانا وہ اپنے ہم نشین سے
 گلے ملنا گلوں سے جھوم کر وہ
 پلٹ آنا لبوں کو چوم کر وہ
 مزادیتی تھی کیا باد بہا رسی درخشتم کی تھی کیا آبداری
 مری قدرت نے وہ صورت گھاری کہ سب کو بھائی میری شکل پیاری

فروع حسن نے مجھ کو مٹا یا
مجھے بازارِ غربت بھی دکھایا

یہ مانا تم نے کی ہے قدرِ دانی مگر کس کام کی یہ مہربانی
ہے جب تک حسن کی مجھ میں نشانی تمہیں مجھ سے نہیں ہو سگرائی
ہنو گا اس طرح پھر کام میرا
نہ لو گے بھول کر بھی نام میرا

بہت سے ہنشیں دو بارِ وطن ہیں یوں ہی وہ شاکی چرخِ کہن ہیں
جو دو شاوی میں زیبِ انجمن ہیں جگر افکارِ دوزیب کفن ہیں
غمِ غربت سے خونِ دل ہوا ہے
چمن کی یاد سے بسمل ہوا ہے

بہت کو کس مہرِ سی کی شکایت مگر بچا ہے یہ ان کی حکایت
سمجھتے ہی نہیں وہ اس کی غایت سرِ اسر ہے خدا کی یہ عنایت
نکل کر رہنے کیا پایا چمن سے

شکستہ حال میں ہم پر ہیں سے
مبارک ہو مضافان کو چمن کی وہی آب و ہوا پیارے وطن کی
خوش الحافی طیورِ نغمہ زن کی ردائے نورِ ماہِ صوفلن کی
یوں ہی ہنسی کھیل کر چل دیں کہاں
نہ چھوڑیں وہ وطن کی سرزمین کو

مجھے لائے ہو تازہ چمن سے لئے پیٹھے ہو باسٹ با نکپن سے

سنوا اک التجا چھستہ تن سے کہ تم کو ذوق ہے شعر و سخن سے
 رہا ہوں ساتھ مضمون ہو کر
 مروں گا بھی تو میں ممنون ہو کر
 سنا دینا میری سب کو کہانی
 پہنا کر جائے رنگیں معانی
 اٹھا رکھنا نہ اپنی گل نشانی
 یہ کرنا اور اتنی مہربانی
 نکل جائے مری جب روح حق سے
 ملا دینا مجھے خاک چمن سے

درس عمل

احساس فطرت ہے ہر بات کا بشر کو
 دوڑائے چار جانب پہلے خیال اپنا
 لازم ہے ساتھ اسکے پھر قوت ارادی
 آخر یہ بعد اسکے سعی عمل بھی لازم
 ان چار قوتوں میں پہنچاں چوراء عالم
 ترتیب دے جو انکو ہستی ہے اسکی پہنچی
 پھر اور لطف آئے وسعت ہونے نظر کو
 روشن کرے جہاں پر رنگ کمال اپنا
 سایہ سے جسکے بھائے اندوہ ناظر دی
 انجام کار انسان تا ہونہ دل میں نام
 قدرت دکھا رہا ہے وہ کار ساز عالم
 ورنہ لکھا جو بیشک قیمت میں درستی

ارفع ہے فیض حق سے پایہ ضرور اپنا
 سمجھیں نہ ہم جو باسط تو ہو تصور اپنا

فیاد بیوہ

بیوہ ہیں نالہ غم ہے با اثر ہمارا
شرط پائیکادلوں کو درد جگر ہمارا
سرتاج اٹھ گیا ہے آخر کدھر ہمارا
ویران ہو گیا ہے آباد گھر ہمارا

عبرت کی جا ہے پھڑپھڑوں در بدر ہمارا
کوئی نہیں ہے ایسا۔ دکھیا کی جو حالے
بیکس یتیم بچے کو کیوں کوئی رسنبہالے
کس کو غرض ہے ایسی جو گو میں اٹھالے
منہ نیک رہا ہے سب کا لخت جگر ہمارا
دل سے دعا ہے۔ داناوے اس کے بھی زیادہ
ہم کو بھی ہو عنایت رونی کا ایک ٹکڑا
دن دکھانے کی خاطر کپڑا کوئی پرانا

دیکھو بنگ رہا ہے دور نظر ہمارا
ہم ہیک مانگے کو آئے تمہارے آگے
عبرت کے ہیں کرشمے عبرت کے ہیں مائے
قرآن جان و دل سے داری تمہارے صدقے
ایہ ہائیو میں آخر ہم بھی خدا کے بندے
بجائے کچھ نہیں بھی۔ حق ہوا اگر ہمارا

بسط ہمیں یقین ہے۔ ہو بقرار تم بھی
ہم غمزدوں کے دل سے ہو غمگسار تم بھی
خستہ جگر ہو تم بھی۔ ہو دل نگار تم بھی
حالت ہو وہ ہماری ہو اشکبار تم بھی
سن لو بھی جو نالہ پچھلے پہر ہمارا

نابینا

تجھ کو لاج ہے کون سا آزار
 کس مرض کا بہا تو ہائے شکار
 کام آہ و فغاں سے رہتا ہے
 سر کو دھنتا ہے اپنے نیل و بہار
 درد لیتا ہے چنگیان دل میں
 خون بہاتا ہے دیدۂ غائب ر
 بزم احباب میں نہیں جاتا
 تجھ کو تقریب بھی نہیں درکار
 کام سے تجھ کو کچھ نہیں ہے کام
 گھر میں رہتا ہے رات دن بیچار
 بزم عالم کی سیر کر اٹھ کر
 دیکھ قصر جہاں کے نقش و نگار
 بہر گلشت جاسوسے گلشن
 دیکھ تو اپنی زندگی کی بہسار
 ہم سے اسی غمزدہ بتا تو کچھ
 کیوں ہے خاموش صورت و دیوار

ناوِیک غم کا کیوں نشان ہے

کچھ تو کہہ کمنہ سے کیا فسانہ ہے

داستان غم کی کیا کہے پیسار
 کوئی باقی نہیں ہے اب غمخوار
 اب کہاں ہیں وہ مونس ہمدم
 اب کہاں ہیں حبیب یاد و یاد
 دوست تو جو بچے ہیں سب ہمدم
 یاد میں اس کے وعدہ و اقرار
 رنگ لاتی ہے یہ سسبہ بختی
 خود اغزا کو ہو گیا ہوں بار
 رہنما کوئی اب نہیں باقی
 اک عصا پر ہے میرا دار و مدار
 یہی مونس رفیق و بہر دم
 ادنیٰ گیری کا ہے اسے اقرار
 پاس جیتا ہے یہ یہ اپنا ہی
 دریا اس کو بھی سمجھو مجھ سے غار

دیکھو گھبر ہے ایسی تاریکی سو جتنا ہی نہیں مجھے زہن سار
 نور انگہوں میں اب کہاں ملتی ایک عالم ہو ہے تیرا وتار
 ہم یہ مدت سے رنج سہتے ہیں
 طرز سے لوگ کور کھتے ہیں

ہم بھی اک دن جاں تو نام نہاد شکل رعنا تھی اور رخ زیبا
 نازک اندام سر و قد تھے ہم یعنی سانپے میں تھے ڈھیلے اعضا
 چال اٹھالے ہم جو جیتے تھے فتنہ حشر کرتے تھے ہر پا
 کام کر بانی تھی نظر اپنی چشم اپنی تھی زکس شہلا
 خوبی و حسن کا نمونہ تھے تم سے باسط بنائیں ہم کیا کیا
 حق نے بخشا تھا ایسا حسن ملیح لوگ کہتے تھے نور کا پستلا
 خود نمائی تھی اور خود ارائی وضع داری کا اپنی تھا چرچا
 رات دن صحبتیں بتوں کی تھیں محو کر دی تھی دل سے یاد خدا
 رو برو ہر گھڑی تھا آئینہ حسن پر اپنے ہم تھے خود شیدا
 ہائے انجام پر بھی کسی نظر بد و زبیدی خبر نہ تھی اصلا

بعض کہتے ہیں تہنس کے مجھ کو کور

بعض کہتے ہیں زندہ در گور

حسن صورتی تو ہو گیا کافور ٹوٹ کر رہ گیا طلسم غور
 اتنا جھکا سبق ہوا حاصل ہو گا وہ جو خدا کو ہے منظور
 چارہ کچھ بھی نہیں مشیت کو ہے مقدس آدمی مجبور

چشم ظاہر تو ہو گئی بیکار
چشم باطن مگر ہوتی ہر روز
کون کہتا ہے مجھ کو نابینا
چشم باطن میں روشنی ہے سوا

اتحاد

یار رب عیاں ہو غیب سے سامان اتحاد
اہل حرم جو بیکے ملیں اہل دہریوں
ہو بیاہیں جتنے فرقے ہیں مالوس بتحد
دل سے دعا یہ کرتے ہیں ہمہ قوم کے
بھولے سے دہیاں آنسو نہ بغض و عناد
وہ کچھ بھی ہو خیال ہو یا ہو عمل کوئی
الفت کی ابتدا میں مزا انتہا کا ہو
پر دے سکے دوزخ نہ رہے قوم ہو غنی
پر زے ہوں آستین کس گریبان ہو چاکاں
یہ گھر مٹا تو ہو گئے تم خانان خراب

بآسط ہے تیرے دل میں اگر در قوم کا
شیدائے اتفاق ہو۔ قربان اتحاد

~~~~~



# آزادی نسوان

پڑھا یا جگمگ زہرہ جیس لیڈی بچپن سے  
 گوش کا ہری خوش ہو گویہ تہذیب سے کہنا  
 نصیب اپنا کیا نہ تھا یا غیر سے پردا  
 ہوا پھر نام میرا درج کن کے رجسٹر میں  
 روش ایسی کہ فیشن میری دم سوز کرنا تھا  
 جدہ سے میں نکلا جاتی ہر اک سکتہ میں جہا  
 مسخروں میں ہوں مری لطف بالوں سے  
 کسی بھی نہیں تھی ورنہ جگمگ چلنے کی  
 حجاب آتا تھا پہلے جگمگ بالوں میں ٹھوڑا سا  
 مری قسمت یہی وابستہ ہوئی اکتا اکتا  
 پڑیا یا اسے مری دل کو کیا کیا کیا ہوں تو  
 اوپر اسکا بیان کا بجا وقت فرصت میں  
 کہیں کچھ ہی ہو کچھ ہو۔ تاشا ہو۔ تھکے ہو  
 بہت کچھ فائدہ ہو گیا ہو یا نہیں کھلیں میری  
 یہاں تک جاکے پہنچی ایک دن اسٹیج پر میں بھی  
 نگرانہ جو اس ہفتہ تھا آزادی نسوان  
 بناؤں تیسے کیا لیکن کہ ہو وہ کون نہ دل

خوش قسمت کہ مری سر پہ کوئی ٹلائی  
 سبق تم اپنا کر لیا وادی خاتون لاٹائی  
 بنی رہتی میں ورنہ عمر بھر افسوس زندانی  
 کہاں تک لیگیا۔ دیکھو مجھے شوق زبان دانی  
 وہی بلوس یو پ کا وہی بلی ہی بانی  
 بیا کرتی تھی مختصر قدم پر چال مستانی  
 کیا کرتی تھی ہنگام سخن وہ گل افشانی  
 فقط اک پردہ اٹھے سو ہوئی کیا کیا آسانی  
 خدا کا شکر جلد انہوں کا بڑی مر گیا پانی  
 کہ جو تھا مجلس تہذیب و کارکن لاٹائی  
 مری ان غویوں کی قدر اس خوب ہی جانی  
 اوپر شہر میں صدایں سو مر کر ناظر لچائی  
 ہمیشہ ساتھ رہتی تانہ ہوا لگو میر لٹائی  
 سلیقہ ڈھکیا میرا ہوئی کم یوں گر آجانی  
 عجیب انداز سو دی میں اک اسٹیج لاٹائی  
 بالآخر دیکھ کر اسکو ہوئی میں جو شیرانی  
 ظریف و نوجوان خوش دل ہی سلاؤ لاٹائی

## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کچھ سمجھ ہی نہیں آتی ہے دنیا کی روش  
 آرزوئے دل کی خاطر جان دیتا ہو کوئی  
 اسکی کچھ پروا نہیں دل کیوں دکھایا غیر کا  
 زہر میں اک اک جھجھکی ہو مگر تیری بات  
 خود غرض میں جانتا ہوں ہو وہ بھی چھری  
 تو اسکی جان لینے کے لئے تیار ہو  
 دھڑک رہا ہے نشہ ہرن ہوتا نہیں  
 حیف تو کرتا ہے ایسے صاف باطن کو حلال  
 جسکے منہ پر قول ہمارا دستگیری کیلئے  
 دل کسی ناچار روئیں کا نہیں یوں تو رہے  
 کوئی بنیاد کہہ دوں اس شخص ساری ہی ہے  
 سن لو باسط غور کہ لوہے تختہ سی باشت  
 اپنا اسلک صلح کل جو صلح جوئی کا مہ ہے  
 باسلمان اللہ اللہ بابر مہن رام رام

# اجل

ایک سب کیلئے قانون قدرت ایک  
 شاہ ہو کوئی گد ہو لو جو اں ہو پیر ہو  
 بادۂ عظمت سیو یوں سرشار رہنا عجب  
 اہل دنیا کیلئے جو لائے پر نام خدا  
 رشک لیلیٰ رشک شیریں نازیں کوئی ہی  
 ہاں شکار گور تاکے خود شکار گور محض  
 مانگ پر وار ہو گا مرغ ہاں ایک ن ضرور  
 ہاں قیامت جانا اسکو خیال نہام ہو  
 مرنے کو ہم کہوں نہ بچیں محبت جان فریں  
 بھول کر بھی اب نہ یہ چونکیں تار و قیام  
 ساتھ کیا دینے اعزاز قربا انسان کا  
 دفن کر دینا اٹھا کر پڑاندھیری گور میں  
 اسکو ثابت کر رہی ہی بخشش عام اجل  
 سرحد کرتی جو حق سے سبکا صمصام اجل  
 ایک دن پناہ ہی آخر ہمیشہں جام اجل  
 انکو بھی پہنچا بالا آخر آگے پیغام اجل  
 پھانسی لگی اسکو ہی زلف سیغام اجل  
 رقت آیا ہو گیا بہرام ہی رام اجل  
 ہر گھگھ کا ہار ہو گا حلقہ دام اجل  
 صبح مشرکی مگر تہید ہے شام اجل  
 خود کشی کر لیتے ہیں آخر کو نام اجل  
 خفقان قبر سے پوچھو تو آرام اجل  
 روح خود ہی پہا لیتی ہی تن پہا کام اجل  
 دو سونے ہاتھ سے ہو گا یہ انجام اجل  
 باسط عاصی خدا کو ڈر خدا کیواسطے نہ  
 دل میں ہو یاد اجل لب جہنم نام اجل

# صیادِ اجل

قائل ہو ہر اک کافر و دیندار اجل کا  
ملحد کو نہ دل سے ہو اقرار اجل کا  
خالی نہیں جاتا ہے سبھی دارِ اجل کا  
جاں نذر میں لے لیتا ہو دیدارِ اجل کا

سبھی جو کوئی زلیست کو تہیدِ اجل کی

ہو عید سے کچھ کم نہ اسے دیدِ اجل کی

ممكن کی صورت سو نہیں موت کا چارا  
جیتا رہی تاحشر کسی کو نہیں یارا

عمرش ہو کے کوئی جان دیکھتے گوارا  
سچا ہے جو سچ پوچھے یہ قول ہمارا

کچھ دم کا بھر وسا نہیں۔ آئی کہ نہ دے

تو یہ کا بھی موقع کوئی پاؤ کہ نہ پائے

دنیا سے پس مرگ سبھی ہونگے روانہ  
چلتا ہی نہیں موت سے کچھ حیلہ بہانہ

بے نام و نشان ہونگے ابریابِ زمانہ  
مجبور تھے معذور تھے شاہانِ بھگوانہ

وہ بھی نہ بچے پنجہ صیادِ اجل سے

خاموش تیرے خاک میں پیدا و اجل سے

پر دیں ہیں بیمار وطن کرتا ہے نالے  
اٹھتے نہیں دیتے ہیں قدم بالوں کے چھالے

سکاتے ہیں پڑے حلق میں جینے کے میلے  
ایسے میں کوئی ایسا نہیں ہے جو سنبھالے

بہدر کوئی۔ اہل وطن بھی نہیں ملتا

دو گزائے مرنے پہ کفن بھی نہیں ملتا

بندہ ہو کہ آقا ہو۔ گدا ہو کہ لوا گدا  
شاعر ہو سخن سخن گو کہ سخن دور  
زادہ ہو۔ ولی ہو وہ بنی ہو کہ ہمہ گیر  
کچھ فرق نہیں۔ پیش اجل سب ہاں  
ای موت جو تو بھیجتی ہو انکو ہاں سے  
جاتے ہیں پلٹ کر وہیں آؤ تھے جہاں سے

شیریں ہو زلیخا ہو کہ لیلیا سے زمانہ  
مٹھی حسن میں یکتا کوئی خوبی میں یگانہ  
ای شیر اجل تو نے کیا سب کو نشانہ  
آخر سوئے عقبی ہوئے دنیا سے روانہ  
شیریں نہیں ملتی کہیں لیلی نہیں ملتی  
اسے خاک لحد اب وہ زلیخا نہیں ملتی

ہو زندہ جاوید تو مرے سو ضرر کیا  
عاصی نہیں بندہ ہی تو پھر خوف خط کیا  
نقدیر میں جو کچھ ہو لکھا اس سے حذر کیا  
عاصی کو بھی حصہ ملے رحمت و خبر کیا  
ممکن ہے۔ دم مرگ کوئی کام ہو اچھا  
ممکن ہے کہ آغاز سے انجام ہو اچھا

انجام سے غافل نہ ہو ای مست جوانی  
بڑپائے کا پیر سی میں تجھے سوز بہانی  
اس عالم فانی کی ہر اک چیز فانی  
ڈھونڈو سے نہ تو زیست کی پائیگا نشانی  
پا سٹاپی لازم ہے کرے کام خدا کا  
رہ جائیگا اکسار روز فقط نام خدا کا



# قومی گیت

لے پیاری قوم سن لے دکش میں سیر نالے      تازہ ہیں زخم دل کے زخم جگر ہیں آئے  
کبتنگ لیا کر گئی تو اس طرح سنبھالے      دنیا کو پڑ گئے ہیں جینے کے تیرے لالے  
اپنا نصیب خفتہ تو آپ ہی جگا لے  
کہتے ہیں لوگ جگو بیکار ہو گئی ہے      دنیا کو تیری ہستی اک بار ہو گئی ہے  
حالت ہے تیری نازک ہمیں ار ہو گئی ہے      اب تیری زندگانی دشوار ہو گئی ہے

آب حیات پی کر پینے کو تو بچا لے  
جنتِ نفاں تھا پہلے اب وطن نہیں ہو      ہندوستان ہر آب بھی رشک چین نہیں ہو  
گلہائے ناز ہو کی وہ آئین نہیں ہو      بلبل بھی زورِ خواں ہے اب غمہ زین نہیں ہو  
بادِ خزاں سے اس کو او قوم تو بچا لے  
ہم میں گذر گئے ہیں ہر علم و فن کے باقی      تاج اٹھائے دیکھو سچی ہے یہ کہانی  
دریا بہائے کیسی مٹی طبع کی روانی      اہلِ خرد نے ان کی اک ایک بات باقی  
زندہ ہیں آج تک وہ اگلے زمانے والے  
لاکھوں جری بہادر ایسے گذر گئے ہیں      دشمن کے سامنے جو سینہ سپر گئے ہیں  
کیا پوچھتے ہو ہم سے کیا کام کر گئے ہیں      زندہ نام ان کا گو مرد وہ مر گئے ہیں  
قبروں میں سو رہتے ہیں ڈنکا بجا نوالے

وہ انکی خوش بیاہی وہ انکی خوش مقامی  
ایک خواب ہو گئی ہے ان کی فراغ بانی  
وہ انکی خوش ہنادی وہ انکی خوش خصالی  
اسن و اماں کی ہر سہوینا د اھوٹ کڈالی

زیر زمین ہیں پنہاں رستہ بتائیو لے  
اسے قوم دیکھ اٹھ کر مشکل کا وقت آیا  
منا نہیں ہر ہکوتن دھماکنے کو کپڑا  
جان اپنی لے رہا ہے فاتے پر کج فاستہ  
خود مر رہے ہیں بھوکھوں جگ کو کھلا بیٹھا

اسے قوم پھر ہوں پیدا لگے کہ ہم میں جو ہر  
جابل یہ سب ہوں عالم بزدل ہوں دل  
کوش اگر کرے تو پٹے نہ کیوں مفدر  
بکھو لگے نہ سنبھلے حالت جو نواسے سنبھالے

ہم ہندیوں کی آدل ہوا اتحاد با ہم  
ہر گز نہ ہو جدائی کوش ہے یہ پیہم  
سب ہوں شریک شادی سب ہیں شریک  
اکٹل ہوں اس طرح ہم میراں ہوا یک عالم  
دو ایک کے اگر ہو تو دوسرا بٹالے

بھائی میں اپنے دونوں ہند ہوں یا مسلمان  
خالق کے نام دونوں وہ رام ہو کہ رحمان  
عزت کی فوج میں دونوں وہ وید ہو کہ قرآن  
زنا رہی کار ستہ تسبیح میں ہے پنہاں  
پہلو میں مسجدوں کے ہیں ہند میں شعلے

اسے میری پیاری گونگا میں خیر ہوں خانا  
مانا کہ تو ازل سے ہندوؤں کی ماما  
پر بت کی پیاری دیوی تیرے ہی گان گانا  
اپنا بھی رہتے ہیں تھکے سے ہوا ہے نانا  
ہم کو بھی آج مائی بڑھ کر گلے لگائے

اندر ہر کر رہا ہے بیشک ترا اعتبار  
عبرت و لا رہا ہے اسے قوم یہ تغافل

صبر از ناہوا ہے اجو تر ات اہل منزل ہے تیرے آگے لازم نہیں تالی  
 آگے قدم پڑھا تو باسط کی اب دعا  
 گھیرے ہے یا اگلی طوفان باد و باران فضل و کرم سے کر دے شکل ہماری آسان  
 ظاہر میں گو نہیں ہو بچہ کا کوئی سامان لیکن دل حزمین ہے رحمت پر اب بھی نازان  
 طوفان میں کشتی اسے ناخدا بچالے

## تضہین

یاد ایا میکہ جشن جم بھل داکشم یاد ایا میکہ داغ ماہ کامل داکشم  
 یاد ایا میکہ عشق چشم در دل داکشم یاد ایا میکہ در میخانہ منزل داکشم  
 جام ہے بردست ساتی در مقابل داکشم  
 نغمہ ہائے جانفزا آئندہ گوش عقل و ہوش لطف نامہ دستم من از نواز شہائے دوش  
 تاکجا باسط خیال شرح لطف نامے نوش قصہ کوتاہ کہ حصول فیض پر سے فروش  
 بود حاصل ہر تہنائے کہ در دل داکشم

سید محمد (۱۰۰) محمد علی شاہ



# ک

کاسہ گر تو نے کی جگر کا دی  
 بعد اس کے یہ کی عرق زری  
 پھر اسے لیکر چاک پر آیا  
 سرِ محو روہ گھومنا اس کا  
 ڈالی بنیا دایک کاسے کی  
 کام میں ہاتھ تھا نظر بھی تھی  
 دہرپ میں پھر اسے سکھایا بھی  
 پھر بھی جس وقت ٹوٹ جاتا تو  
 ٹھیکہروں کو سمجھتا ہے بیکار  
 رہ گزرتا تو پھدینگ دیتا تو  
 اس کی صورت کسب سے بڑا

اپنی صنعت کو مرو کا مل دیکھ

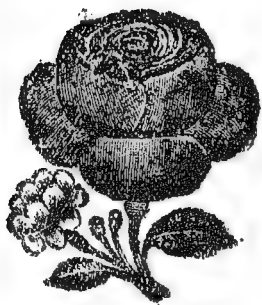
اور محنت کا ہے یہ حاصل دیکھ

میں تو فائل ہوں کاسہ دل کا  
 اک جہاں سے الگ ہے یہ کاسہ  
 کون کہتا ہے اس سے کم ہے یہ  
 دونوں عالم کا راز آئیں ہے

باد و آتش کا آب کا گل کا  
 داغِ الفت سے ہو گلِ لالہ  
 اہل باطن کو جامِ جم ہے یہ  
 سوز اس میں بہت سا نہیں ہے

نور اس میں ہے یہ سراپا نور      برقی سینا ہے اس میں جلوہ طور  
 ہائے اس گھر میں کوئی ہمان ہو      اس کے پرے میں کوئی پیمان ہو  
 چوٹ الفت کی اس نے کہاں کر      ٹوٹنے کی صدا بھی آئی ہے  
 ٹکڑے ٹکڑے پاش پاش بھی ہو      سب کو اس کی مگر تلاش بھی ہے  
 چنگی ہے شکستگی اس کی      قدر اب اور بڑھ گئی اس کی  
 اس کی قیمت نہیں ہے سم و زر      پیچ ہیں اس سے آگے علم و گہر  
 کاسہ گر کو بہت ہی میاں ہے      سب سے کہتا ہے یہ ہاں ہے

جب شکستہ تھا عسز زہ تھا  
 با سطر اس وقت کوئی چیر زہ تھا



# کرشن وحبودا

آغوش میں جبودا کہے دیو کی کالال خوش رنگ خوش نصیب خوش انا خوش حال  
دہ یوں نہ باش شوق سے کرتی ہو عرض حال واری ہزار جان سے لے ماہ بمیشال

دینا یہ جانتی ہے کہ تون لال ہے

دراصل دیو کی کانگر نو نہال ہے

مشکل کو تیری میں نے ہی آسان کر دیا بچ جائے تیری جان یہ سامان کر دیا

پتلی کو اپنی جان کے مستربان کر دیا باغ مراد آپ ہی ویران کر دیا

جھگوچیا میں نے ہی بیدا کنس سے

رہ جائے باسدیو کے تو کاش میں سے

ٹکڑا ہے دل کا۔ آنکھ کا تا تو ہی تو ہو اسے میرے لال۔ راج دلارا تو ہی تو ہے

سکو ہزار جان سے پیارا تو ہی تو ہے دل اپنا کہہ رہا ہے ہمارا تو ہی تو ہے

اے مرے پیام کیا کہوں کیا حسین ہو تو

قربان جاؤں راحت جان جنس ہے تو

میری حیات زینت کے سا اہم ہے بول سست تری آواؤں کے قربان منہ بول

اکی بھولے بھلائے۔ اے مرے نادان منہ بول اے مرے دل کے ٹکڑے مری جان سست بول

تو بول یا نہ بول مگر جانتی ہوں میں

تو سے ہر اک اشارہ کو سچا جانتی ہوں میں

انکھیں ہماری شاد ہیں دیدار سے ترے      شرم رہے ہیں چوں ہی رخسار سے ترے  
گوگل میں نور پھیلا ہے انوار سے ترے      پوچھے تو کوئی حال طلب گار سے ترے

کیا کہہ رہی ہے دیکھ جسود اکھری ہوئی  
ترے قدم سے راج محل چھوٹی ہوئی

## گدا یہ گوشتین

ہاں سے عبرت کا پیمانہ جب چھلک اٹھا  
جو عرض پر آئے حضور شاہِ زمیں  
نہیں ہے تجھ کوئی کامگار دنیا میں  
وہ ایک ہم ہیں کہ لبِ بحرِ اعطش کی صلہ  
وہ وقتِ روزِ کہ جسے ہم گنگے لپیکتے تھے  
پلاٹے کے کھول کے جی تو اگر پلاتا ہے  
زلمے نے تجھے آقا بنا یا ہے بیشک  
ہم اپنا خود بھی مگر نیک و بد سمجھتے ہیں  
ہے شوقِ شادِ مقصد سے چکانی کا  
یہ آرزو ہے ترا ہم تو کچھ بٹائیں مسم  
جواب کیا ملا میں تم سے کیا کہوں باسٹ

تو آشنا ہوئے فریاد سے اپنا مویش  
تو اس طرح بہہ اظہار دلِ عزیز کا جویش  
نہیں ہے ہم سا کوئی نامِ راہِ دستِ کوش  
وہ ایک تو ہے سے تند سے ہوا ہوش  
غضبِ سب سے پردہ دینا میں ہوئی روپوش  
دکھا کے جرم سے ہم سب سے نہ کہہ بوش  
زمانے نے ہمیں بیشک کیا ہے حلقہ بگوش  
ہمیں یہی بخشتے ہیں خالق نے کچھ جو اس اموش  
زمانہ گذرا ہے کہو لے ہوئے ہر گز خوش  
ہیں اہل اسکے کریں کام اپنی دوش بوش  
یہ کہ کے ہو گیا وہ شادی اثرِ خاموش

رموزِ کلتِ خویشِ خسرواں ناست  
گدا یہ گوشتین تو حلقہٴ مخر و ش

# شہر خموشان

جانب گور غریباں ہم ہی جاسکے کہیں  
 ہیکسی چہائی ہوئی ہتی خاک اڑاتی ہی نہیں  
 دل سے آخر گھینپی ہو پچا دیا اونکے قریں  
 انہما کے یخیر تھے ان مکانوں کے مکین  
 خون برساتے لگھیں آخر کو چشم دور میں  
 تخت شاہی پر بسے جو عمر بھر سنبھ نشین  
 اک جہاں کی سلطنت تھی جس کے کل نگین  
 قبر کے گوشہ میں تھا وہ بڑے اب خلوت گیرا  
 قصر حیکامہ رہا تھا کن بجارستان چیں  
 خواب میں بھی بیٹھ سکتا تھا نہ جو اس کے قریں  
 دم بخود لیئے تھے اب وہ شاعران ہنکے چیں  
 ان کے پہلو میں تھے معشوق پوئلہزیں  
 فتنہ برپا کرتی تھی کل جن کی چشم شرمیں  
 آہ ان کے واسطے بہتر ہے اب زینیں  
 اک چرخ قبر ہی ان کے مزاروں پر نہیں  
 رات دن رہتے ہیں جو یاد عالم آفریں

کرتے کرتے سیر کر دن شام کو اپنے نشین۔  
 کچھ عجیب حسرت کا عالم اُسجگہ آیا نظر  
 کچھ پرانے کچھ نئے گھر ہر طرف تھے جا بجا  
 خواب غفلت میں پڑے تھے اپنی اپنی قبریں  
 دیکھ کر شہر خموشاں کا یہ عبرت داسماں  
 خاک پر سوتے تھے اسجا ایسے ایسے وحشیتم  
 منہ چھپائے تھا کفن سے آج وہ کشورتیاں  
 جتن جھیدی رہا کرتا تھا جسکی بزم میں  
 ٹوٹی پھوٹی قبر میں سوتا تھا وہ فقور آج  
 اک گدا سے بیوا بھی دفن دیکھا پاس ہی  
 بند کر دیتے تھے جیلانے مخالف کی زبان  
 عاشق جاں باز بھی سوتے تھے میٹھی نیندا  
 آج وہ گنج محل میں محو خواب باز رہتے  
 بہتر گل پر کبھی سوتے تھے جو ناز کبدن  
 شمع کا فوری جلا کرتی تھی جن کی بزم میں  
 روز و شب کھتے ہیں وہ انجام پڑنے نظر

کہ رہا

کہ رہا تبارنگ یا پسی زبان حال سے      ہائے کیا غمت فزا ہے گردشِ چرخِ بیں  
 خود بخود اک آہ بھکی اشک جاری ہو گئے      یہ نتیجہ ہو گیا اچھی طرح اب دل نشیں  
 عالمِ فانی میں ہر شے کو فنا ہے لازمی  
 رہنے والی ہے فقط اک ذاتِ العلیٰ



## پیاری ماں

بزرگوں کا مرے سر پر ہمیشہ دستِ شفقت ہے  
سزبان گرامی کو بھی دعوائے رفاقت ہے  
پیر کو بھی جو چچو چھو نہایت ہی محبت ہے  
مگر سچی تو پیاری ماں نجی کو میری الفت ہے

خدا شاہد زمانہ میں ترا ثانی نہیں ممکن

محبت ہو مگر یہ سوزِ پنهانی نہیں ممکن

صداقت کا پتہ دیتی ہے ہکو تیری غم خواری  
تو فرض اپنا سمجھتی ہے ہماری ناز برداری  
ہماری تلخ کوئی ابھی تجھے شیریں سمجھے پیاری  
ہمیں پروردہ دیکھا تو گئی سو جانِ داری

تری الفت کو زبانا ہے فقط ضربِ باطل ہونا

کہ ممکن ہی نہیں اے ماں ترا لغمِ لبیل ہونا

مری تکلیف میں تو خود سراپا درد ہوتی ہے  
جگر میں سوزِ مہناں لبِ پرآہ سر دہوتی ہے  
مرے چہرے کی رنگت دیکھ کر تو زرد ہوتی ہے  
ترے آگے محبت اک جہاں کی گرد ہوتی ہے

تو اک لحظہ نہیں رہتی سہے میری یاد سے غافل

کہاں ہے پیاری ماں تو با سنا شاد سے غافل

تری شمعِ محبت قلب کو پوزر رکھتی ہے  
تری صبا اے الفتِ وح کو مسرور رکھتی ہے  
جگر کیے زخم پر تو مرہم کا فائدہ رکھتی ہے  
کہ ہمدردی تری دل سے غلش کو دور رکھتی ہے

مرا تیری محبت کا کوئی دلگیر سے پوچھے

جدائی کو تری برگشتہ تقدیر سے پوچھے

زمانہ میں ترا ہرگز نہیں ہے کوئی ہمپا یہ  
نہیں بالِ ہما سے کم مرے سر پر ترا سہا

تری خدمت کی ہوسختا ہے عشقی کا یہی ستر یہ  
 بزرگی میں تری اللہ نے کیا کچھ نہ فرمایا  
 سعادتمندی خاطر سر اسرار بر رحمت ہے  
 تر سے قدموں کے نیچے ہم اگر چاہیں تو جنت ہے

## افسانہ عالم

عجب نگیں ہرگز از عالم اس کا کیا کہنا  
 دورنگی میں بہت ڈوبی ہوئی ہیں غنیں اسکی  
 کوئی عشقی کا خواہاں ہو کوئی دنیا کا جو ہے  
 دگرگوں حال ہوا اہل جہاں کا شادی و غم سے  
 سخن خالی نہیں ہے امتیاز دین و ملت سے  
 یہاں شیخ و برہمن کی بھی ہے مہنگا ملہ رالی  
 عجب عبرت فرا ہے انقلاب دہر کا نقشہ  
 کہیں پر باغیں ہیں عذریب زار کے بلے  
 خوشی و غم کا میل احساس رکھتا نہیں اصلا  
 مبارک کشمکش ہستی کی ان اہل تنہا کو  
 مگر اس سے کہیں بڑھ کر ہیں زندیل کے لہنا  
 کہیں پر جام خالی ہیں کہیں لبریز ہمانے  
 کہیں پر خانقاہیں ہیں کہیں آباد میخانے  
 کہیں ہشیار ہوتے ہیں کہیں ہوتے ہیں بے آگے  
 یہی کچھ مناسب کو یہاں ہے یہ بیگانے  
 اُدھر ہیں مسجدیں آباد اُدھر آباد تنہا نے  
 کہیں پر قصر کسریٰ ہے کہیں ہستان دیر لہنے  
 کہیں پر بزم خوابتیں ہیں اندوہ پر دہانے  
 پریشاں کرنے محکو ہمیشوں کہہ نہ کہہ کے افسانے  
 طبیعت کا ہماری رنگ باسط کوئی کیا جانے

نہ غم آورد نقصان نہ فساد دی داد سنا ہے  
 پیش ہمت ماہر کہ آمد بود مہمانے



## اپنی ہستی

پوچھے نہ کوئی چہیتے میں کون ہوں میں کیا ہوں  
 ہندو ہوں مسلمان ہوں میں گبر و نصارا ہوں  
 دن بہر میں تڑپتا ہوں یا سفت کا میں کیا ہوں  
 میں دروسرا پا ہوں میں خود ہی بداد ہوں  
 میں تیر کو نہ تر ہوں تل میں اترا ہوں  
 میں آب ہوں میں دل ہوں میں با ہوں میں  
 آیا تھا عدم سے میں ہستی کے نظارے کو  
 مسک بھی مراد یہ تو سب سے نالا ہے  
 ملتا ہوں بلبر میں ہندو سے مسلمان سے  
 لیے پیچھے کروٹھیر و حسرت تو کھنکھائے  
 ہاں شمع مجھے جالوں میں سوز مجسم ہوں  
 تجانے میں بیٹھا ہوں کبے میں مراد دل ہوں  
 جذبات دلی چشم گریاں سے چھلکتے ہیں  
 بد بخت ہوں میں بیشک گشتہ مقدر ہوں  
 یا آنکھ سے بہ جلتے خون ہو کے شہت  
 چکر مری قسمت میں لکھا ہے ازل ہی سے  
 لازم ہے مجھ و یکمیں سب دیدہ و غیرت سے

تصویر فنا سمجھو ایک خاک کا پتلا ہوں  
 بتخانہ ہوں کعبہ ہوں مندر ہوں کلیسا ہوں  
 میں لٹا کورتا ہوں دیوانہ لیسلا ہوں  
 بہاڑ ہوں پہرا پنا میں خود ہی سیجا ہوں  
 سمجھے نہ کوئی بجھو غالب کا معیت ہوں  
 اُس خالق بختا کی قدرت کا منہ ہوں  
 آئینہ حیرت ہوں یوں ٹھوٹا سا ہوں  
 ناقوس کا نالہ ہوں تجسیر کا لغزہ ہوں  
 بیگانوں کو بیگانہ اپنوں کا میں اپنا ہوں  
 دامن نہ مرا کر دو دیوانہ و رسوا ہوں  
 پردانہ مجھے سمجھو شوق سرا پا ہوں  
 خدمت میں تنوں کی ہوں اٹھ کا بندہ ہوں  
 روکے نہ کوئی جھکو اُٹھا ہوا دریا ہوں  
 بگڑی ہوئی قسمت کا بوسیدہ ساقشا ہوں  
 یادوں میں رہے نہاں میں ایسی تنہا ہوں  
 گرداب ہوں پانی میں شعلہ میں بگولا ہوں  
 افلاک کی گردش کا پیسا ہوا سمر ہوں

گزاجاں میں تم حالت نہ مری پوچھو      کانٹوں میں جو پھنس جائے شبنم کا وہ ٹکڑا ہوں  
 انکار کہاں کہو بیشک مری آنکھیں ہیں      غفلت سے جو اندھا ہو وہ دیدہ بدینا ہوں  
 دیکھیں نہ مجھے کیونکر ارباب نظر باسط      نیرنگی عالم کا دیکھ سپ خلاصہ ہوں  
 لے کاش فنا ہوتا میں وصل تو ہو جاتا      تاجنیر سا قطرہ ہوں شاید کبھی دریا ہوں  
 پوچھے نہ کوئی مجھ سے میں کون ہوں میں کیا ہوں  
 جو کچھ مری ہستی ہے میں خوب سمجھتا ہوں



## محبوب کی پڑ

بچو دھو ہوں مستانہ ہوں میں + مجھ پر بخ جانانہ ہوں میں  
دنیا سے بیگانہ ہوں میں عاقل ہوں فرزانہ ہوں میں

الفت میں دیوانہ ہوں میں

جس جا چاہوں ڈالوں ڈیرا میں کیا جانوں میرا تیرا  
گلیوں گلیوں ایرا پھیرا بستی جنگل رین بسیرا

الفت میں دیوانہ ہوں میں

رہ کے ماریں پتھر مجھ کو گلیوں گلیوں در در مجھ کو  
کھیل بنائیں اکشر مجھ کو خون رلائیں ہنسر مجھ کو

الفت میں دیوانہ ہوں میں

وقت کو نہیں کر کھونے والا نہ رہ کر خوش ہونے والا  
بیٹھے بیٹھے رونے والا اشکوں سے منہ دھونے والا

الفت میں دیوانہ ہوں میں

جسم اب ایسا زار ہوا ہے کپڑا تن پر بار ہوا ہے  
دست جنوں کا وار ہوا ہے اپنا گرہیاں تار ہوا ہے

الفت میں دیوانہ ہوں میں

جاڑے گرمی یکساں چھو کچھ نہیں خوف باراں چھو  
دست دنیا ایوان چھو سقت ہے چن کر داں چھو

الفت میں دیوانہ ہوں میں  
یوں ہی کٹے برسات ہی میری دن کی طرح ہے رات ہی میری  
خوب ہے بیشک ات ہی میری ربط سے خالی بات ہی میری

الفت میں دیوانہ ہوں میں  
جا کر میں گلزار میں پہنچا دشت و جبل کہسار میں پہنچا  
کوچہ میں بازار میں پہنچا ہر عاشق یار میں پہنچا  
الفت میں دیوانہ ہوں میں

فرش زمیں پر قبضہ میرا چلتا ہے بس سکہ میرا  
کوہ و دشت و دریا میرا کیا تپلاؤں ہے کیا کیا میرا

الفت میں دیوانہ ہوں میں  
بھرتا ہوں ناکارہ ہنکر فتنہ عالم آرا ہنکر  
اڑ جاؤں جو پارہ ہنکر زیب فلک ہوں تارا ہنکر

الفت میں دیوانہ ہوں میں  
اللہ رکھے سودا میرا دنیا بھر میں چرچا میرا  
کوئی نہ سمجھے رتبہ میرا میں مولا کا مولا میرا  
الفت میں دیوانہ ہوں میں



## تقسیم العام

بہار آئی شگفتہ ہو گئے گلہائے بستانی  
عروس فکر کو پہلوں کا نہ یوں میں ہنسا دیکھا  
طرب انگیز ہے گلہائے رنگارنگ عالم  
خوشی سے قریاں کرتی ہیں گو گو صحن گشتین  
سوار سے بال سبل نے پنہاں رنگ لادو  
مسیحا بننے آئی ہے نسیم روح پرور بھی  
کروں تو صیفت کیا جسے چمن کے صبا پانی  
کہاں ممکن ہو خاکہ باغ کے ان نوب نو کا  
زمیں ہی آسمان سے کم نہیں دلخیزی میں

گلستاں میں زر گل کی کرے بلبل نگہبانی  
دکھا دیکھا سیر محفل وہ انداز گل افشانی  
عجب کیا ہے زبان سوسن کی ہو مجموعہ نوحانی  
اکرتے ہیں ست سیروش بر سر بستانی  
یہ عالم پر چمن کا ہے بہت ترس کو حیرانی  
نئے سرے ہوا ہے نامیکہ جوش جولانی  
کہ آب زندگی بہتا ہے اسکے سامنے پانی  
بنے تصویر حیرت آپ ہی بہزاد اور بانی  
ستاروں پر ہے چمکناں زن جود و کشتانی

نمایاں ہو مسرت ہر در و دیوار سے ایدل  
مبارک ہیں قدم اسکے مبارک اسکی آمد ہو  
جولڑے ستھی ہیں آج وہ الفام پائینے  
بیاں ممکن نہیں ہے سیٹھ صاحب کی سخاوت کا  
و عادل سے نکلتی ہو ہر اک ہندو مسلمان کے  
تباہیں کیا ہے اس تقسیم الفام سے مطلب

کہ ہر رونق فرور انجمن اسکول کا بانی  
ضیاء خیر مقدم ہو محفل آج نورانی  
یہی محنت کا ثمر ہو یہی ہے فضل ربانی  
مسلم چارو عالم میں ہے ان کی زرافشانی  
سلامت تابدار رہے اسکول کا بانی  
طبیعت میں ہو پیدا دوسروں کے جوش جولانی

کردل کچھ تذکرہ جی چاہتا ہے سست و کوک  
نصیحت حال کرس لیں۔ بیان سوز پہنائی

کہہی آئے نہیں ہو یاد کر کے تم سبق اپنا  
سبق پوچھا گیا اور بنگلے تصویر درجے میں  
حساب دوستاں درد لہجہ بکرا رکھاتے ہو  
جو پوچھا نام اکبر شاہ کے جنرل کا بتلاؤ  
کھڑے ہو سامنے نقشے کے گولڈکا دکھانکو  
یہ حالت فارسی کی پرمینڈاغم، زباں پر ہے  
کہاں کی سسکرت آفسیوچ پھانٹا نہیں گئی  
یہاں تو مدرستہ ملی متاں ہوتا ہے سالانہ  
مہتماری حاضری کا حال روشن ہو زمانہ پر  
تمہیں ٹڑپتے ہوا ہے اک زمانہ پہنچے یہ مانا  
غنیمت ہے زمانہ یہ۔ اسے تم کام میں لاؤ  
خدا شاہد ہے سچ کہتا ہوں تم کو فیض پہنچا گا

تمہیں منظور ہے دل کی معلم کی پریشانی  
لب خاموش ہو کر تے ہو دعوے زبان دانی  
نہ جانی صریح۔ ضرب بیڑی فقط جانی  
تو فوراً بول اٹھے روکر کہ نادر شاہ درانی  
مگر نظر میں شملہ پر ہے جغرافیہ دانی  
مگر افسوس ترکیب منیداغم، مئی دانی  
زے مورکھ ہو۔ بیٹھے ہو بڑے چاٹر بڑے گیانی  
مگر تم گہر میں لیے ہو پے لطیف تن آسانی  
مدین نے مہتماری آج تک صورت نہ پہچانی  
مگر دانا تو اسکا ہے وہی بولی وہی بانی  
نہیں تو مٹو کریں کہلو ایگی آخر یہ نادانی  
مڑے سے زلزلگی گزریگی میری بات اگر مانی

تمہارا شفیق و ناصح نہیں ہے دوسرا کوئی  
مجھے تم جانتے ہو میں وہی باہوں جوانی



# دلِ ہمدرد

کیا کہیں آپ کے اسطے بیتاب ہیں ہم      حال کیوں غیر ہو کیوں ماہی ہے آب میں ہم  
کیوں تڑپ دلیں ہو کیوں صکوت سیلاب میں ہم      لب کشا آج بے شکوہ احباب ہیں ہم

مدتوں ضبط کیا اب نہیں یارا بائے  
کوئی تدبیر نہ ہے اب کوئی چارہ باقی  
جس قرینے سے چلے ہم وہ قرینہ مشکل  
روز و شب خون جگر کا ہی ہے پینا مشکل  
اپنے زخم دل صد چاک کا سینا مشکل  
ایسے آفات میں کیونکر نہ ہو جینا مشکل  
ضبط سے کام لے انسان کہا نکاح حساب  
شکوہ ہم لائیں نہ کس طرح زباں تک حساب

یہ وہ شکوہ ہے کہ جو اپنے مقدر میں نہیں  
یہ وہ شکوہ ہے کہ جو قاتل خود سر نہیں  
یہ وہ شکوہ ہے کہ جو گنبد اخضر سے نہیں  
یہ وہ شکوہ ہے کہ معشوق شکر سے نہیں  
میرا شکوہ مسلمانوں کے بچوں سے مگر  
میرا شکوہ نہیں غیروں سے ہے ہاں بچوں سے مگر

ہائے افلاس نے بہتوں کو مٹا رکھا ہے  
یوں مگر حدیث نے دیوانہ بنا رکھا ہے  
شکر ہے تم کوڑا لٹنے بچا رکھا ہے  
ہنس کے کہتے ہو کہ تعلیم میں کیا رکھا ہے  
جان کیوں مفت میں اپنی کوئی کہوے حساب  
پاؤں پہلا کے نہ کیوں چین سے سوئے حساب

اے یہی نرم اگر اسکول تو پڑہنا کیسا  
سُن لیا سیر تما شے کا اگر کچھ چہر چا  
شوقِ تعلیم دلوں میں نہیں باقی اصلاً  
یوں کہا ہنس کے "جلدیں ہم ہی ہیں۔ اچھا

چمکے کچھ دیر اگر صبح کے تارے کی طرح  
چھپ گئے آنکھ سے بجلی کے نظارے کی طرح

صند کا یہ حال ہے ہر بات پہ ارجا جتا ہو یوں ہی ہوتا ہے کہ بوجہ اگر جاتے ہو  
ماں نصیحت کی کچھ بات تو لڑا جاتے ہو باپ تنبیہ کرے اُس سے بگڑ جاتے ہو

یہ رہ ورنہ یہ تہذیب و سلیقہ سیکھا

تہذیب تیر بھول کا طریقہ سیکھا

شکل اُستاد کی دیکھی نہیں پیار ہوئے یوں جلایا اسے یوں درپے آزا ہوئے  
جام عشرت کے اکیلے ہی طلب کار ہوئے خوب مدہوش ہوئے خوب ہی شہساز ہوئے

پاس تہذیب کا تھا اور نہ خود داری کا

اس سوچتا ہے پتھاف دل آزادی کا

فیشن ایل ہیں اگر آپ تو کچھ باک نہیں کون فیشن کا فانی تہ افلاک نہیں  
سچ کہیں آپ کو لطف اس کا مگر خاک میں جو ہر علم کا ہے آپ کو ادراک نہیں

یونہی یہ بات نہیں آپ کو شایانِ صاحب

کچھ ترقی ہی کریں آپ بنائیاں صاحب

مضل حدیثِ باپہتی ہے ہر صبح و سہا باتیں احباب سناتے ہیں تمہیں ہر شہر با  
سامنے جامِ بکف بیٹھا ہے ایک ماہِ لقا دیکھئے بادہ عشرت کا وہ پھر دور چلا

نیزد جلسوں میں نہ آتی ہے نہ خواب آتا ہو

جشنِ جمشید کا کیا خواب جواب آتا ہے

یہ کوئی بات ہے اُستادِ ہدایت نہ کرے تم جو تعلیم غافل ہو سکایت نہ کرے



دروہو دل میں مگر اُسکی حکایت نہ کر  
فرض میں چاہئے انسان کو رعایت نہ کر

بچے بھر رہی ہیں اور کام کے انسان ہیں ہم  
جہوٹ کہتے ہیں تم سے کہ مسلمان ہیں ہم

اسی کی شکر ہے کہ ہم غیر ہیں بگائے ہیں  
سچی باتوں کو بتاتے ہو کہ افسانے ہیں  
شعاع الفت کے مگر کی کریں پروانے ہیں  
تم پڑ ہو دل سے اسی بات کو یاد کرو ہیں  
دل سے چاہو تو یہ کوشش کہی بیسیو نہو

حیف صد حیف اگر صلوات بہر بیسیو نہو

چاہئے تھیں تم سرگرمیاں رہتے  
کوئی سمجھتا اگر تم کو پشیاں کہتے  
اپنی تعلیم میں ہر رنگ کو کوشاں رہتے  
شاواں رکھتے ہیں کی پاپی شاواں رہتے

یاد تگنہ رہے کچھ ہی سلف کے انداز  
دور اقبال کے وہ عہد شرف کے انداز

ہم تمہاری ہی ہو خواہی کو احسن سمجھے  
جان سمجھے نہ کہی اپنی نہ تم تن سمجھے  
درومندوں کا نہ تم نالہ و شکیون سمجھے  
کیا تم تھے کیا دوست کو دشمن سمجھے

جو ہی رنگ ہے منہ اشکوں سے دہو ہکا

ابھی ہنستے ہو مگر بعد کو رونا ہو گا بہ

پھر میں کہتا ہوں نہیں تم نے تایا مجھ کو  
غم کی تصویر نہیں تم نے بنایا مجھ کو  
سچ تو یوں ہے میری قسمت نے رولایا مجھ کو  
دل پر سو کی گرمی نے جلایا مجھ کو

اب بھی تم پر نہیں الزام گوارا مجھ کو

بے خطا تم دل بھر دے مارا مجھ کو

# اشکِ پرخوں

شکرِ قدر کے قابل ہمارا اشکِ پرخوں ہو  
تعب کیا ہو ظالمِ اسقدر جو ہمیں لالی ہے  
یہ ہو پانی کا قطرہ اور گوہرِ نامِ اسکا ہے  
یہ ہے وہ ہے چمک جاتی ہو جسمِ شیشہ والی  
ہوئی مدتِ کلاس کی ہر طرح کا ربط تھا جگو  
چمکا کر اسکو کہہ سب سے آنکھوں کے پر میں  
پلا کر خونِ حل اسکو بڑے نازوں سے پالا  
خدا حافظ ہے طفلِ اشک کا اندھ والی ہے

کہ آنکھوں میں کہا جاتا ہے ایسا رنگ لگلوں ہو  
اسی خونِ تمنا ہے مری حسرت نکالی ہے  
رلا دینا بتانِ سنگدل کو کامِ اس کا ہے  
ٹپک پڑتی ہو آنسوؤں کے جامِ چشمِ سبیل سے  
مگر کھٹنے نہ پایا سہید جب تک حلیہ تھا جگو  
رہا کرتا تھا یہ نورِ نظر آنکھوں کے پردے میں  
بہت دور دور کے اسکو آج یوں باہر نکالا ہے  
طبیعت شوخ ہے اسکی بڑا ہی لاوا بانی ہے

منکھلا آنکھ سے رخسارِ یوں اسکا دل جانا  
زمین پر گر کے دامن سے وہ قصہ پاک ہو جانا  
وہ پتھر گرتے ہی گرتے میرے دامن پر چل جانا  
غضبِ سب کو ہر نایاب کا یوں خاک ہو جانا

کرتشمہ ہے جو سچ پوچھو یہ سب رنگِ حجازی کا  
کہاں امید یہ باسطِ بتانِ شوخِ پرفن سے  
خیال آیا یہ جسکو بہول کر بھی دلِ نوازی کا  
کہ بچپن میں نیوالے کے وہ آنسو اپنے دامن سے  
جو یاد حق میں میں روتا تو دل پر نور ہو جانا  
منکھلا آنکھ سے آنسو چراغِ طور ہو جانا

## عشق بازغہ

جو حسن حضرت یوسف کا چہ صہیں پہلا  
وہ شہزادی کہ جسکے ہاتھ تھی ہر وقت تلخ شکاری  
وہ قوم عاد کی سردار مال دولت سے  
وہ حسن ظاہری و معنوی میں طاق بیشک تھی  
دل وارفہ بہر نذر لائے گو کہ شہزادے  
پے دیا مہینوں بننے کی غیرت یسے  
پری پکری صلوٰۃ تواتر بازغہ نامی  
حسین و مہجبین و شیر و بہرہ مند عصمت  
زمانہ جانتا تھا شہرہ آفاق بیشک تھی  
مگر شہزادہ کوئی ہی خرو حسن کے آگے

قیامت ہوئی جب حسن یوسف کی خبر پہنچی  
زرد لعل گہر وہ ساتھ اپنے بیش و کم لے کر  
ورد و بازغہ سے مصر میں ہنگامہ برپا ہوتا  
جو چشم شوق سے اُسے جمال یوسفی دیکھا  
وہ رعب حسن سے اسکا کیا یک ہوش ہی کوٹا  
تڑپ کر گئی سنتے ہی سنتے جسکو شہزادی  
دیا وصر کی جانب چلی خیل و چشم لے کر  
گلی کوچہ میں حسن و عشق کا اسوقت چرچا ہوتا  
کہا دل نے سنا تھا کم مگر کچھ اور بھی دیکھا  
مخاطب حضرت یوسف ہی اسکا اسطرح ہوتا

بتاؤ تو عطا کس نے کیا یہ حسن لاثانی  
بنایا کس نے خط و خال لکڑی رومے انور میں  
ہلال عید سے بڑھ کر کمان ابرو سے پر ختم  
تمہاری چشم فتاں کے غضب میں ناؤں بچو  
صیا سے مصحف تاباں ہے صبح عید کا جلوہ  
کہو تو کچھ کہلان سے آگیا یہ نوریشانی  
سیاہی یہ کہاں سے آگئی زلف مغنیر میں  
کہوں محراب کعبہ ہے وہ شان ابرو پر خرم  
کہ بے بس ہو گئے جس سے حرم کے خوش نظر آہو  
نظر آتا ہے جسکو دیکھ کر تو حید کا جلوہ

یہ دماغ مصفا کے کہاں درِ عدل پائے  
سسر سسر و کش سس و چین یہ قد بالا ہے  
مسلمان چنگیوں میں دل کہاں گفزار ٹھیکھا

لب لعلیں کے تہاؤ کہاں لعل یمن پائے  
کہو تو کسے اسکو نور کے سانچے میں ڈبلا ہو  
یہ فتنوں کا جگانا کس سے یوں زقارے بکھا

سنی یہ گفتگوئے باز نہ حضرت نے فرمایا  
حقیقی جو ہے صانع اسکی صنعت کا نمونہ ہوا  
فلک یہ کیا ہو اسکی کلک کا ہے ایک ہی نقطہ  
سرسر سرتی جہاں پاک اسکی ذات بے ہمتا  
بنایا آئینہ ہرزہ کو جلوہ مندرائی کی  
تیری نظروں میں جو کچھ خولہ صولت اور پیارا  
نظر ترے تھے جب عکس قرہ اصل کی جانب  
معاذ اللہ یہ تیرا اصل سے یوں دور رہ جانا  
نظر کر اصل پر گرے بے بقا کی آرزو تیرے کو

اسی کی سبب یہ شش ہو عدم ہے جو مجھے لایا  
اسی کے ہارے بحرِ بیکار کا ایک قطرہ ہوں  
جہاں یہ کیا ہو بیشک اُسکے باغِ حسن کا غنچہ  
چھپائے تھا اُسے دامن میں اپنے غیب کا پردہ  
اُس آئینہ میں ڈالا عکس رخ یوں خود نمائی کی  
جو دیکھے تو اسی کا عکس رخ یوں جلوہ آرا ہے  
کہ بیشک اصل ہوتا ہے ہمیشہ عکس پر غالب  
قیا پر عکس کا ہونا ترا ہے نور سے جا نا  
نکہہ کہہ اصل پر گرے وفا کی جستجو تیرے کو

وہ اسکی بخودی تھی یا تہا کوئی خواب عرفان کا  
مجازی ہو گیا جلوہ نما رنگ حقیقت میں  
بنایا ایسا سفنانے اُسکے دلیں گہرا پنا  
لب دریا نیل سنے بنایا ایک معبد بھی  
ہوں کو چھوڑ دے انساں اگر خالق کا جو تیا

جوائی آپ میں تو کہل گیا تہا بابِ عرفان کا  
بلا کا فرق پیدا ہو گیا او کی طبیعت میں  
خدا کے نام پر فرائیڈ یا سیم و زرا پنا  
کہ جسمیں بیٹھ کر سنے گذاری زندگی اپنی  
نہیں کچھ ہمیں شک نہ ہو یہ تیرا قول سچا

وہ لچائیگا آغوشِ تصور سے قریں ہو کر  
جو اسکو دیکھنا ہے دیکھنے غلوٹ نشانی کر

## اتفاق

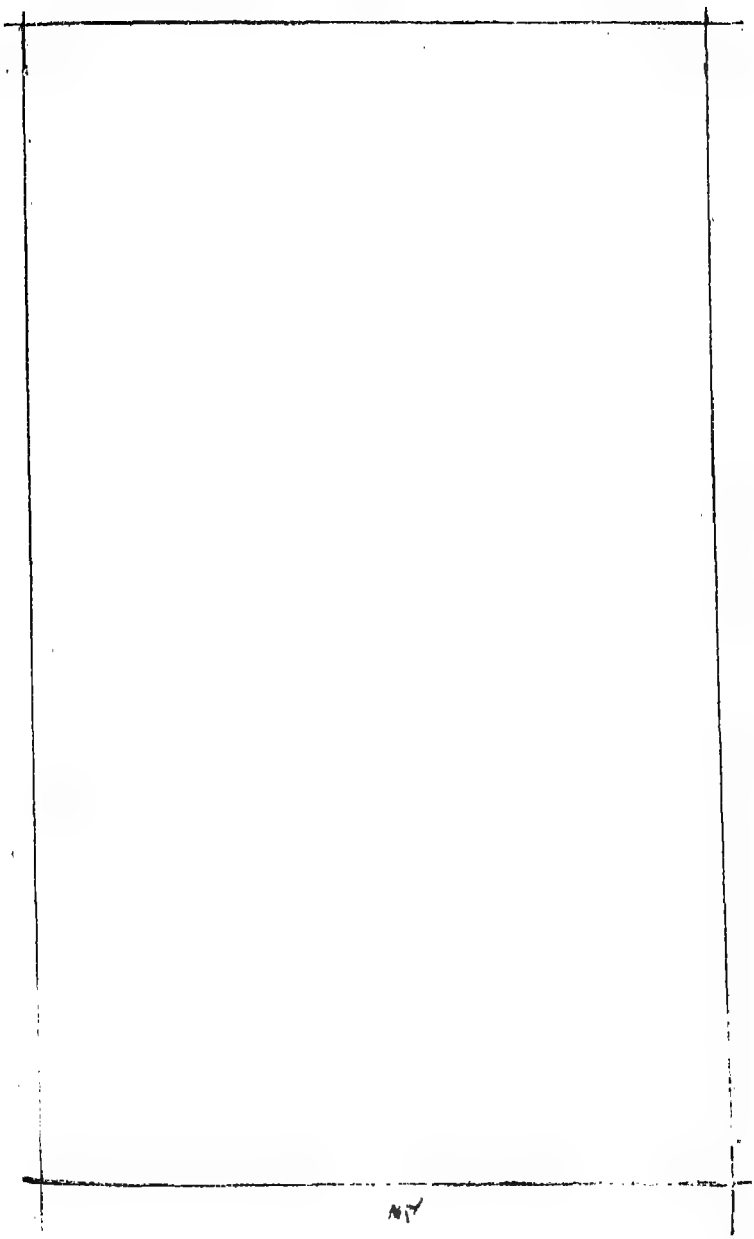
لب پر ہو بخود ہی میں نقطہ نام اتفاق  
نکلے نہ تیری ہر دم سے کوئی سنگستہ دل  
جو سن لے سکے دلیں تر جائے حرفِ حرف  
راتیں ہیں اتفاق کی دھچپ دل پسند  
دیر و حرم کے چرچے نہ جھگڑے رہیں کوئی  
جیتا ہے بکسی میں کوئی ہم نشین نہیں  
دشمن کی کیا مجال کہ پہونچائے کچھ منہ  
آغلہ اتفاق مسالک ہے ہر طرح  
پستی نصیب یوں نہ ہوں افراد قوم کے  
دنیا میں انکے واسطے عیشِ بہشت ہے  
میں صبح اتفاق کو تشبیہ رخ سے دوں  
آزاد کوئی جھکو نہ بہرِ حسد اگر سے

ساتی پلا دے بادہ کلف نام اتفاق  
گردش میں کاش یوں رہے ایام اتفاق  
ایسا سا ہو یہ مرا پیغام اتفاق  
دلکش ہیں دل پذیر ہیں ایام اتفاق  
ہر شے و شب ال کو جو ہو رام اتفاق  
مرا چکس مہری میں ناکام اتفاق  
قبضے میں کہ کیسے جو مصمص اتفاق  
ہوتے بخیر دیکھا ہے انجام اتفاق  
دل نظر ہے جو انہیں بام اتفاق  
حاصل جنہیں جہاں میں ہے آرام اتفاق  
ملتی ہے زلفِ یار سے جوش اتفاق  
ہے لطف نہ لگی کا تہ دام اتفاق

لارم ہے پہلے دل سے نکالے نفاق کو

باسط زباں سے بعد کو لے نام اتفاق

# مشاهدات فطرت نخچرل



# مشاہدات فطرت

## نیچرل

### پنی کہان

شناخ پر ظالم پہنچا گا رہا ہے "پنی کہان" اسی بھگی رات میں چلا رہا ہے "پنی کہان"  
سننے والوں کو بہت تر پار رہا ہے "پنی کہان" اے پیسے قدر دل پر ڈکارتا ہے "پنی کہان"

روح فرسا جاں لیوا یہ صدا ہے "پنی کہان"

پنی کہان پھر پنی کہان پھر پنی کہان پھر پنی کہان جو یہی رشت ہی یہی دہن ہے تو تیرا بھی کہان  
نہیں بجگا رات بھر اسے غمزدہ آئی کہان ہم سر یا گوش میں آواز تو نے دی کہان

روح فرسا جاں لیوا یہ صدا ہے "پنی کہان"

بادۂ الفت سے پیچھا چور ہے زندانہ دار جھوٹا ہے تو نصفا کو چرخ میں متانہ دار  
جل رہا ہے آتش فرقت میں تو پروانہ وا یہ صدا ہے "پنی کہان" لب پر ترے دیوانہ وار

روح فرسا جاں لیوا یہ صدا ہے "پنی کہان"

دیکھتا ہوں اپنے لیتر سے تری بتیا بیاں جانب مشرق کبھی جانب مغرب رواں  
جیتو سے یا میں جانتا ہے ہر سونگیاں ہر گھڑی ہر وقت یہ دو نقطہ میں مزیں

روح فرسا جاں لیوا یہ صدا ہے "پنی کہان"



کس دنیا مست کا اثر ان میں بھرا ہو کوٹ کر  
دل نہ تیرا ہو گا خوش رنج و الم سے پھوٹ کر  
درد وہ ہے پی کہاں میں رہ گیا دل کوٹ کر  
پھرنی آواز تیری رو دینے ہم پھوٹ کر  
روح فرسا جان لیو ایہ صدا ہے پی کہاں

کس نے سکھلایا تجھے دل لگانے کا شعور  
کس نے تیرے شیشہ دل کو کیا پرچہ چور  
مجرم الفت ہے شاید ہے ہی تیرا قصور  
یو تہا پھر تہا ہے یوں جرات بھرنے دیکھو دور  
روح فرسا جان لیو ایہ صدا ہے پی کہاں

تو ابھی دل کی طرح مضطرب تھا فز فاک پر  
جب اڑا تو یوں اڑا پہنی کہاں افلاک پر  
بجلیاں تونے گرائی میں دل غمناک پر  
پنی کہاں اک تیرے اس سینہ صباک پر  
روح فرسا جان لیو ایہ صدا ہے پی کہاں

پی کہاں سکر بہت عابد خلوت نشین  
جہ کا جز باد اُٹھی اور کچھ مطلب نہیں  
ابھی گزری ان کے دل پر ہو گئے نذر ہو گئیں  
رو دینے تیری صدا سکر اسے تو کر بقیہ تین  
روح فرسا جان لیو ایہ صدا ہے پی کہاں

پی کہاں کو تیرے کس نے زیر لہ ہر ایا  
ہاں اکیلی رو رہی ہے بام پر اک سہ لقا  
اُس کا پی پر دیں میں ہو گر فتار بلا  
یہ اندھیری رات یہ برسات کی گھٹنا  
روح فرسا جان لیو ایہ صدا ہے پی کہاں

پی کہاں کی یہ صدا رہے تڑپاتی رہی  
کوکتیری لے سپہیے دل کو برماتی رہی  
پی کہاں کو غمزہ چمکے سے دوم سراتی رہی  
زیر لب کہتی رہی اس پر بھی شرماتی رہی  
روح فرسا جان لیو ایہ صدا ہے پی کہاں

پی کہاں کے سحر نے دل پر کیا ایسا اثر  
سو گئے لیکن وہی عالم رہا پیش نظر

درواخت نے تجھے رکھا سراپا باخضر      پی کہاں کہتے ہوئے پایا تجھے وقت سحر  
 روح فرسا جان لیوایہ صدا ہے پی کہاں  
 محو ہوا تھا تو کم سے کم خیال یا رہ میں      دروہو اتنا تواسے باسط دل ہماریں  
 آہ نگر لوگ رہو دیں کوچہ و بازار میں      منہ سے نالہ بھی کل جاتے تری گفتگو میں  
 روح فرسا جان لیوایہ صدا ہے پی کہاں

## زنگ بہار

پھر فصل بہار آئی اسے ساتی میخانہ      پھر غریب جنت ہے گلشن ہو کہ ویرانہ  
 پھر باعثِ زینت ہیں ہر سمت گل رنگیں      کروٹ سہی بدلتا ہے پھر سبزہ بیکانہ  
 پر لطف ہے نظارہ پھر لالہ دلکش کا      میگوں نظر آتی ہے پھر زنگسستانہ  
 پھر آگ لگاتے ہیں گلشن میں گل رنگیں      بلبل ہے فدا ان پر پھر صورت پروانہ  
 پھر حرم مصفا میں آئینہ کا عکاسم      پھر گیسوئے سنبل بیچ دست صبا شانہ  
 میرے دل مردہ میں پھر روح سی دہری ہے

ہیں باد بہاری کے اندازِ مسجیانہ

اس وقت جو پردے سے شیش کی پرنگ      مغلّی تھی ایسی ساتی بن جاے ہر بخانہ  
 میری یہ تہنہ ہے وہ جلوہ نمایوں ہو      شوخی میں بھی پنہان ہوں اندازِ جانا  
 تو اپنا گرم کر داب تشنہ دہانوں پر      اک ہاتھ میں شیشہ لے اک ہاتھ میں چمانہ  
 لے تجھ کو سنانا ہوں میں ایک غزل ساتی      صدقے تری بخشش کے ہر شعر ہے زندانہ

# لبِ لعلین

اے لب شیرین و نازک اے لبِ نگین یا  
اے لبِ گارِ رنگِ بیگوں اے لبِ شیریں یا  
اے لبِ جانِ آفریںِ شوشِ دُرِ نگین یا  
روحِ پرورِ روحِ افزا اے لبِ لعلین یا

سامنے آئے زمین پر دہلا آسمان

تو نے دکھلائے زمین پر دہلا آسمان

برگِ گل کہتے ہیں تجھ کو شاعرِ شیریں سخن  
سائے کس منہ سے ہوں لعلِ بدخشانِ مین  
تیری رنگینی کے آگے ہیج ہے سخنِ چمن  
کیوں نہ ہو قسربانِ تجھے پیرِ رنگِ گلِ بو سمن

وہم تیری ہسری کا جو کرے سنگِ عقیق

خون نہو گئے نہ توں آڑ جاؤ سب نگِ عقیق

نکدِ عالی چاہئے عنفا صفتِ مضمون ہو تو  
بیتِ دلکش تو ہے ہی نازک و نوزوئی ہو تو  
کاکِ قدرت کا نتیجہ صفتِ محبِ ہو تو  
چوٹ کرنے میں دلوں پر بھر ہے انمول ہو تو

غیب ہیں دو حرف لکھے کاتبِ تقدیر نے

تجھ کو آئندہ بنایا ہے اسِ محتریر نے

اے لبِ جانِ شبنمِ موجِ چشمِ جیواں ہے تو  
عاشقِ شہِ جہاںِ نیجاں کی جاں ہو تو  
مالِ بجزِ نمائیِ عیدے دوراں ہے تو  
لعلِ ریا قوتِ و عقیق بے بہا درجاں ہو تو

چہرے پہ بچے کوئی اس قدر مکر کا مزا  
 آگیا دنیا میں جگو موج کوثر کا مزا  
 ناز کی میں برگ گل کو کر دیا ہے تو نے مات لطف شیرینی کا تیری شہد ہے یا ہی نبات  
 تیرے آگے چھپ گیا ظلمات میں کج حیات روح پرور روح افزا جانفزا تیری بات  
 رشتہ جان تو برائے عاشق جانیا زہت  
 عیسیٰ جان بخش بھر کشنگان ناز ہے  
 اسے لب خاموش اب بلند گو ہر بار ہو توڑ دے ہر خموشی مائل گفتار ہو  
 نیری ہی جنبش سے شاید میرا بڑا پار ہو تصفیۃ الفت کا ہو اقرار - یا الکار ہو  
 چپکے چپکے ہو رہا ہے تو تبسم آشنا  
 پیار سے لب بلند ہو جا اب تکلم آشنا  
 منتظر ہوں ویر سے مچھریا بیانی دیکھ لوں چشمہ حیواں و کوثر کی روانی دیکھ لوں  
 اسے دب گل رنگ تیری گلشنانی دیکھ لوں جو رتو دیکھا بہت ہو ہر بانی دیکھ لوں  
 ہے سراپا گوش باسط تیری ہان کیواسطے  
 جاں لیوا ہے نہیں مجھ نیجاں کے واسطے



# بلبل و شاعر

اسے عندلیب گلشن میں ہوں ترافدائی  
بندہ سمجھ رہے تو حلقہ بگوش اپنا  
چھپک چھپن میں اکثر گلبن کی آڑ سے بھی  
مردہ دلوں میں اکثر بھونکی ہے سچ تو  
لے نغمہ سچ تجھ پر ہے ختم نغمہ سخی  
یڑی صدائے دلکش پہنچی نہ دور ہرگز  
اس صوت جافزا کی اللہ سے دلربائی  
تجھ سے کہی نہ ہونگا میں طالب ربائی  
پھروں سنی ہے تیری جیاں بخش خوشنوائی  
ہم نے تیری صدا کی دیکھی ہے جافزائی  
اک بات میں نے لیکن تجھ میں بھی نہ پائی  
دنیا میں ہر جگہ پر اس کی نہیں رسائی  
ممکن نہیں یہ تجھ سے ایسا ترانہ گوئیے  
بیٹھی رہے ہمیں تو لیکن زمانہ گونجے

اسے نکتہ سنج شاعر یہ تو ہے کام تیرا  
کچھ ایسی تان چھتری محظوظ ہو گئے کب  
لف سخن کی تیری اللہ رخی رسائی  
تیرا کلام کیا ہے تغیر کا عمل ہے  
سر سار ہے زمانہ اس بادۂ سخن سے  
آوازہ تیرا پہنچا یونان میں عجم میں  
تو ایشیا میں بھی کرتا ہے نکتہ سنجی  
چھوٹا نہیں ابھی تنگ پابندی وطن کو  
تیرے شکستہ پر میں پرواز بھی نہیں جو  
ایسی رسا تو تیری آواز بھی نہیں ہے

## شاهد معنی

اے قلم فکر رسا طبع رواں ہے درکار      اے قلم لطف سخن لطف زبان درکار  
اے قلم جذبہ دل سوز نہاں درکار      اے قلم شاہد معنی کا بیاں ہے درکار  
حسن تحریر کا وہ رنگ وہ انداز ہے

دلریا صورت لفتویر لعل ناز ہے

اے مری فکر رسا طبع رواں تو ہے کہاں      ساتھ دے تو بھی مرا لطف سخن لطف زبان  
کر مدد بہر خدا جذبہ دل سوز نہاں      اے قلم نام خدا لے کے ہو بلند رواں

کاش یوں آج دم فکر گل انشاں ہو جائو

صنم کا غم کا جو ہے صحن گلستان ہو جائے

بٹنے مرکز ہوں وہ ہوں مثل شہاں تاب      نقطہ ہر طرح ہوں انجم کی ضیا پر غالب  
کہکشاں سطر کی ایسی ہو نظر ہو غائب      دائرے ایسے ہوں ہو نور کا جب کا غالب

زیب قرطاس ہر اک بیت ہلا لی دیکھیں

الغرض چرخ کی کل شان جمالی دیکھیں

خوبی حسن کینل کا بھی انداز ہے      سوز بھی اس میں ہو موج و ہم ساور ہے  
طاثر فکر رسائی سے نہ اب باز ہے      لے خبر حین کی ایسا پر پر واز ہے

حسن بندش سے نہ کوئی بھی پہلو خالی

پایہ عرش کو پہنچے وہ ہو مضمون عالی

پھر بھی ہر لفظ کو اک قالب بجاں کہئے      جس میں خوشبو ہو ایسا گل خداں کہئے

بے یکیں ہو جو مکان خانہ و میراں کہئے    بے مروت جو ہو وہ چشم حسیاں کہئے

حیث اگر شاہد معنی کا گزر اس میں نہیں

نظم بے کیف ہے وہ کچھ بھی اثر نہیں

جان لفظوں کے تناسب میں ہے ڈالنے کے    روح معنوں کے مقابل میں ہو پھونکنے کے

غیر کردی ہے یہ حالت مکرول کی کس نے    جان یہ دیکھتے ہی دیکھتے لے لی کس نے

ناز و انداز یہ کس بت کے ہیں یعنی ترے

سب کرشمے ہیں یہ اس شاہد معنی ترے

میں ترے شاہد معنی پس چلن انداز    ہم سمجھتے ہیں مگر تیرا ہر اک عجز و ناز

تاڑ لیتے ہیں ترے اہل نظر راز و نیاز    فکر معقول سے ہوتا ہے در مشکل باز

گو ہر اک لفظ کے تنویر دوں میں مستور ہو تو

جلوہ حسن سے آفاق میں شہور ہے تو

ہم نے دیکھا نہ کبھی تجھ سادول آرا معشوق    ایسی خوبی کا اس انداز کا بیار معشوق

ایک عالم کا تو ہے انجمن آرا معشوق    کس طرح ہم یہ کہیں تو ہے ہمارا معشوق

کو سادول ہے کہ جس دل میں تری راہیں

کو سادول ہے کہ جس گہر میں تری راہیں

عابد و زاهد و درویش فایاں یکساں    جان کھوتا ہے تری راہ میں ہر شیر و جان

شکل عشاق سے جاتے ہیں خوابانماں    جان و دل سے ہیں غرض شفیقہ سبیل چہاں

جس کو دیکھو وہ ترے عشق میں دیوانہ ہے

تو ہے وہ شمع کہ ہر اک ترا پروانہ ہے

صاف ظاہر ہے کہ یطین سخن ہو تجھ سے      یہ ترو تازہ و شاداب چمن ہے تجھ سے  
 دُور نمون بھی چہے در عدل ہو تجھ سے      قبر میں زندہ ہر اک اہل سخن ہے تجھ سے  
 شاہد معنی اگر تجھ سے ہو مضمون خضالی  
 پُر تو نور ہے دیدہ سیگوں خضالی

تیرے دیدار سے دل شاد ہیں سر و ہیں ہم      کلو آلام زمانہ سے بہت دور ہیں ہم  
 چشم سیگوں کو تری دیکھ کے محو ہیں ہم      عشق میں ترے جو مجنوں ہیں تجھ پر ہیں ہم  
 اے صنم جس گھڑی باسط تجھے پا جانا ہو  
 فرط شادی سے وہیں و جلیں آ جانا ہو

## غزل

مست مئے وحدت میں کعبہ ہو کہ بتخانہ      سہر جافظ آتا ہے وہ حبسۂ جہانمانہ  
 ساقی میں بہک اٹھوں کم ظرف نہیں کیا      لہہ دیتے جاؤ تو ساغر ہو کہ یہیں کیا  
 کعبہ کی کی طرف جاؤں کیا اسکی ضرورت      کافی ہے پو سجدہ مجھ کو درشت خانہ  
 ہاں ساقی کو نذر کا دیدار میسر ہو      لبریز ہو اے ساقی جب عمر کا پیمانہ  
 یوں چور ہو لے باسط تو بادۂ عرفاں سے

بن جلتے تری رہبر ہر لغزش مستانہ



# جوانا مرگی

بسترِ غم پر پڑی ہے اک عروسِ فانی  
چپکے بیٹھے ہیں سرِ بالیں عزیزِ ہوشیں  
انتہائے یاس ہیں سب کو ہوا ہی لعلین  
موت اب آنیکو ہے جب کا کوئی چارہ نہیں

ہائے اب ویران باغِ زندگی ہونیکو ہے  
گل کسی دم میں چراغِ زندگی ہونیکو ہے

اب کہاں زلفِ چلیپا کی وغیرہ زریاں  
اب کہاں اس چیم سنگوں کی وقتِ خیر کا  
اب کہاں شیریں کلامی ہیں و تیغِ آمیز  
اب کہاں رنگیں لبوں کی وہ حکمِ ریزیاں

یوں ہے بیوقتِ تو لے نازنین جامِ اہل  
آئی کیا کافرِ جوانی بنے پیغامِ اہل

کل نری لے گلبن ہاں کل ہی تشرافِ کئی  
آج قیدِ عالمِ فانی سے آزادی ہوئی  
راہِ ہستی و مردن میں موت کی وادی ہوئی  
گھر تو ویراں ہو گیا جنگل کی آبادی ہوئی

کیسی بیوقوف ہوئی تجھ پر یہ بیا د اہل  
کیا اسی کی تاک میں بیٹھا تھا صیادِ اہل

کاہشِ غم سے ہوا گل سادہ لکھی خراب  
پاؤں سے سرتک ہو ٹھنڈا اثرِ اہمِ زراب  
کیا قیامتِ خیر ہے وہ شوخیِ رفتارِ اب  
تجھ سے ہو تیرے اعذار کو بھی بیشک عارِ اب

تو سراپا نقشِ عبرتِ یاس کی تصویر ہے  
تجھ کو مٹی میں ملائے کی مگر تدبیر ہے

ناہر اور سہرائی تو ہو ناکام جہاں  
کیا کرے سوز نہانی کا ترسے باسطِ بیاں  
وہ دم آخر تری آنکھوں سے ہونا خونِ دل  
چپکے چپکے پھر یہ کہنا دیکھنا وہ یہ کہاں  
کہہ کے اٹھا وہ ترا نہ ہوش ہونا یاد ہے  
ساز ہستی کا ترسے خاموش ہونا یاد ہے

## ماہِ روشن

اشتیاق دیدیں۔ میں منظر تھا شام  
ہر گھڑی آنکھیں لڑی نہیں جرج خیلِ نام  
لوشہ صحنِ چین میں۔ میں کھڑا تھا بچو  
خواب سے جلو غرض بھی اب نہ کھڑا نام سے  
برہم بلی تھی رات طاری تھا سکونِ آفاق  
دل کو مجھ سے کام تھا جلوِ دلِ ناکام سے  
عزمِ پنجہ تہا مرا میرا ارادہ مستقل  
دور تھا اسوقت میں کو سوں خیالِ نام سے  
اسکی قدرت کا صحیفہ تھا مروی پیشِ نظر  
بے خبر تھا دل مرا اغانہ سے انجام سے  
اک زمانہ چین سے اسوقت محو خواب تھا  
بجز تھے سب خیالِ گردشِ ایام سے  
نالکہ اس دہر تھا شہرِ غموشاں کا خواب  
تھا نشانِ زندگی اسوقت میرے نام سے  
گیسوسے فطرت میں الجھا تھا دلِ نادان  
تھا فاطمہ روح حاصل آج قیدِ نام سے  
ناگہاں سوے افق اک مشعلِ رو آنا نظر  
جلوہ ریزی کر رہا ہو کوئی جیسے بام سے  
آگیا وہ نور پیکرِ نور برساتا ہوا راہِ راہ  
ہائے جسکی یاد میں سچیں تھا میں شام سے

ماہِ روشن جلوہ آرا تھا اندھیری رات میں

دل مرا ڈوبا ہوا تھا ظرفی جذبات میں

# ح

ہاں تری تو صیف میں میری زبانی دل ہو  
 کرک شب تاب تجھ میں شب کو چاہی ہو  
 ترے دم سے رونق صحن و درگزر ہے  
 رنگ سے میرے ہیں رنگیں سب جان ہیں  
 دیکھ لیں اہل نظر - حجت فزایہ حال ہے  
 جسکے پرے میں بھر خونِ دل ناکام ہے  
 ایک عالم سے جا بشتیک ہے تیرا لگ  
 یہ پھنسا دیتی ہیں ظالم بلبل ناشاد کو  
 رنگ لاتی ہے مگر کچھ اور سی سادہ ہیں  
 اے حنا بزم حسینا تک رسائی ہے تری  
 پاؤں میں اس بت کے لیکن رنگ نگر گہری  
 دستگیری کی بتوں کی رنگ کیا کیا لاتی تو  
 بیکیاں عشق کی شکل سے جھکو کیا غرض

اے حنا میں کیا کہوں تیرا جو کچھ حال ہے  
 زینت گلزارِ حق ہے رونق بزمِ چمن  
 ہر روش پر ایسا وہ صورت دیوار ہو  
 ترے دم سے بیکیاں سر سبز رہتا ہو چمن  
 بیٹھا ہر سبز ہے باطن سراپا لال ہو  
 سبز شیشے کا تو گویا ایک نازک جا ہو  
 تھکاوڑیا ہو کہیں ہم پردہ پوش مرد دل  
 ٹٹیاں تیری مدد دیتی ہیں کچھ صیاد کو  
 ایک ہی رنگیں ادا ہے کیوں نہ نگہ کشی تیرے  
 شہر و آفاق یہ رنگیں ادائی ہے تری  
 آسمان نے تجھ کو پیا - ظلم پیہم سے گئی  
 ہاتھ میں پچی تو پھر درو حنا کب لائی تو  
 باسطِ خستہ کے زخمِ دل سے جھکو کیا غرض

مٹ کے جھکو بھی مشایا تیری شوخی مان لی  
 ہاتھ میں اُس بت کے پچی اور میری جل جلی

## برسات

اے ساتی تو یہ شکن ۛ اے رشک گل رشک چمن  
ہاں اے مہ پر تو فلکں صدرتے ہے تجھ پر جان و تن

پھر تھجو م کراٹھی گھٹ پھر تھجو م کراٹھی گھٹ  
کیا ہے ہو اے جانفزا دے جام سے پھر خدا

پھر تیرا فیض عام ہو رندوں میں سیرا نام ہو  
دور سے گلغلام ہو پینے سے محسوس کام ہو

ساتی ترا دل شاد ہو تو شاد ہو آباد ہو  
ہر رنج سے آزاد ہو رندوں کو سیرا نام ہو

اے ساتی تو یہ شکن دے باوہ صاف و کھن  
ہو دور سب رنج و محن چو کہا رہے رنگ سخن

برسات ہے برسات ہے کیا بات ہے کیا بات ہے  
کیا دن ہے کیسی رات ہے قادر خدا کی ذات ہے

گل کا نرالا ڈھنگ ہے      یا قوت بھی پانگ ہے  
سبزہ زمرہ رنگ ہے      خود جو ہری بھی رنگ ہے

سنبھل کی زلف عنبریں      لالے کا داغ دل نشیں  
نازک بدن ہے یا سہیں      نبیلا کہیں چپا کہیں

دلکش ہے کیا رنگ چمن      کیا کیا ہیں گل جلوہ گن  
سُوری و سُرین و سمن      یہ ناز بو و نہ سترن

کون کی کو کو جان تیاں      وہ مور کا شور و فغاں  
شکر اٹھاؤ دہناں      بولا "سپہیا" پی کہاں

قمری فدا شمشاد پر      بلببل گلوں کی یاد پر  
دل اک ستم ایجا دپر      میں بے وفا صیاد پر

شفات ہیں کیا آججو      صحن چمن میں چار سو  
آئینہ ہو گر دو بدو      ہو خاک اس کی آبرو

سر سبز ہے سارا جہاں      پر نور ہیں کون و مکان  
دیکھو زمین و آسماں      کیا پیارا پیارا ہے سماں

آنکھوں میں پیپ رانور ہے      پہلو میں دل سرور ہے  
ساقی جو رشک حور ہے      تو بہ بھی کو سوں دور ہے

وہ اٹھی متوالی گھٹا      وہ آگئی کالی گھٹا  
وہ کبلیوں والی گھٹا      جائے گی کب خالی گھٹا

باسط کا یہ رنگ سخن      ایسا کہاں طرز حسن  
یہ حسن بشر کی پہن      قائم ہے یہ باغ حسن



# برسات کا سماں

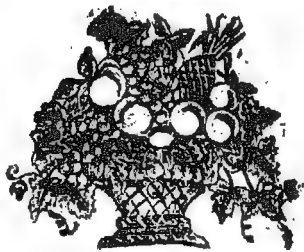
لے فکر رسا کھینچ دے برسات کا نقشہ  
کھل جائیں کچھ اس رنگ سے گلے سے  
چوب قلم خشک دم منکر ہری ہو  
خاکا ہو کہیں دن کا کہیں رات کا  
شہرے اگر سامنے ہو دامن گلچیں  
کاغذ کی جو ڈالی ہو وہ پھولوں سے بھری

یہ حسن کا جلوہ ہے کہ برسات کا عالم  
جو ہے شجر سبز وہ گلچوش ہوا ہے  
عالم کو ہے ہرے ہوئی برسات کا عالم  
پہلے کی زمین یہ کہ ہے کوئی زمین اور  
برسات نے پھول لگا ہے عجیب سحر سنوں ساز  
چھایا ہے عجیب اور گہر بار فلک پر  
پھولوں سے ہے رنگیں یہ کہسا رکھا دامن  
میں کیا کہوں کیا فیض نیم سحری ہو  
برسات جو آئی تو ہوئے خوش کس دنا کس  
آتا ہے نظر چار طرف پانی ہی پانی  
اٹھلاتے ہوئے کیوں بہیں چوڑھیں یا  
ششادے مانوس ہو کس شوق سے قمری

کیا جوش منور ہے نباتات کا عالم  
گلزار بھی فردوس سے ہوا جوش ہوا ہے  
دیکھتے تو کوئی آج نباتات کا عالم  
یہ چرخ وہی ہے کہ کوئی چرخ بریں اور  
ہرے میں زمین کے کوئی پانی نہ رہا راز  
ہیں توں سے ہر رنگ کے آثار فلک سید  
پاہے کسی گلچیں طرح دار کا دامن  
خچے کی جگہ پھول کی اب جلوہ گری ہو  
ہرکت ہوئی شام او دھ صبح بنارس  
مشکل سے کہیں پاؤں گئے خشکی کی نشانی  
یوں آپ سے باہر میں نہیں ہوش میں یا  
گردن نہ لگا لیگی کبھی طوق سے قمری

بلبل بھی کہیں ذوق سے ہو زفر مرہ پزار  
 اور جوش مسرت سے کہیں ناپتے ہیں دور  
 کچھ اور پیچے کی ہے فسریا و کا انداز  
 دریا کا جو ساحل ہے وہ ہنرہ کو ہر اک  
 صحرا جبل و دشت جو کہ آج چین ہے  
 کوئل نے بھی چھیرا ہے کہیں اپنا جلاں  
 وہ پانی برستے میں کوئی اُنکا سنے ٹولہ  
 ”پتی پتی“ کی لگتا ہے یہ آواز پر آواز  
 اس پر یہ قیامت ہے کہ پھوٹوں بھرا  
 برسات تو مشاطہ ہے دنیا میں دھن دھن

باسطے بھی دکھیا تری منعت کا کرشمہ  
 ہر ذرہ میں ہر قطرہ میں عالم نظر آیا  
 میں پھر بھی یہ کہتا ہوں بہت کم نظر آیا





# عروس گوار

چھوڑ کر جنگو سفر پر مرے جانے والے پیٹھ دکھلا کے مجھے غم نہ دکھائی والے  
ہاں تصور کی طرح دل میں سمائی والے مرے ستر راج پلٹ کر نہ پھر آئی والے

بھول جانا مجھے ہرگز نہ تھا زبیا تم کو  
یا دیکھ بھی نہ رہا وعدہ فرما تم کو

کس کی الفت میں گر ایسے وفا کو شہ تھے کس کی الفت کا بیجا جام کہ دیویش ہوئے  
شاہد حسن اجل سے جو ہم آغوش ہوئے دور افتادہ جو ہم تھے وہ فراموش ہوئے

زندگانی نہیں فرقت میں گوارا ہم کو  
ہائے بے وقت کی اس موت نے مارا ہم کو

تم نے دکھایا تھا کہ میں جو عدل تھی بیشک قد لچو تھا مارا سر زچہ میں تھی بیشک  
نشہ خواہاں کی طرح جلوہ نگن تھی بیشک جس گھڑی تم تھے سد ہار سے میں تھی بیشک

آسمان ٹوٹ پڑا - میرا رنڈا پایا دیکھو  
نخل ماتم ہوں سراپا میں سراپا دیکھو

حال دیکھو تو مرا ماہی بے آب ہوں میں مضطرب آنکھ پر صورت سیاب ہوں میں  
غم کے دریا میں جو پڑنا ہے وہ گرداب ہوں میں جان کنج نکلتی نہیں بنیاب ہوں میں

دفت غریب میں مرے چین سے سوئی والے  
جان کھوتے ہیں ترے ہجر میں رہی والے

میرے لب تھے اگر اعجاز نما تیرے لئے میری رفتار سے عشر تھا پیا تیرے لئے

ناز تھا عشقہ شاعر تھا اداس تیرے لئے حسن دلکش کامرے نام ہوا تیرے لئے

جس کے دم سے مری نہ نیت تھی وہاں نہ

حسن گل بیچ ہے جب بلبل نالاں نہ رہا

آئینہ دیکھے کیوں پوچھتا ہے حیراں مجھ کو کماٹے کھاتے ہیں یہ کیوں گیسو بچاں مجھ کو

تنگ کرتا ہے گلے بل کے گریباں مجھ کو ڈوب مرے کو سنبھاتا ہے زخماں مجھ کو

دل نہ سنبھلے کامرالا کھ سنبھالو مجھ کو

گہر سے بے شد بستر نہ ہوں میں نکلو مجھ کو

گل پژمردہ ہے چہرا مر اسدا اب نہیں آئینہ تھا کبھی اب اب نہیں تاب نہیں

پہلی سی ابروی خدا کی محراب نہیں سجدہ جو کرتا تھا و سچ نہیں شاب نہیں

کیا کہوں کیا پریشاں یہ مرا حال اب

زلف پر خم بھی مری جاں کا جہاں اب

چشم قفاں میں کہاں تھی مری جادو باقی اب نگاہوں کے نہیں ناوک لہجہ باقی

گل رخسار میں سے رنگ نہ اب بوباتی لب جاں بخش کی اصلا نہیں خوباتی

مستی آلودہ لب خلک نہیں مرے مگر

ان پر آہوں کا دیوان رہتا چاہے آہیں

اب تو پہلی سی مری آنکھیں تنہا نہیں نقش جادوہ اٹھا سرے کی تحریر نہیں

دلف شگواں جو سنواروں مری تقدیر نہیں اب پریشاں ہے وہ زلف گر بگیر نہیں

کہنے کو گوہر ندان ہیں مگر اب نہیں

نام کو سب زخماں مرا شا اب نہیں

اب کہاں ہیں مرے ہنس چمکے رولائے نوالے  
 ان کہاں ہیں وہ مرے ناز اٹھائے نوالے  
 بائیں پھر ڈالے گردن میں منانے والے  
 کچھ تو بتلائیں مجھے ہائے زمانے والے

ہاں سہاگن رہی اس سے مجھے انکار نہیں

چار دن سے میں نہ یاد وہ کی گنہگار نہیں

نوعروسی کی مسرت کا زمانہ دیکھا  
 چار دن کا یہ مراجعہ غمناک دیکھا

غم کے آنے کا بھی یہ طوفان دیکھا  
 میں ہوئی تیر حواشی کا نشانہ دیکھا

دیکھتے دیکھتے وہ ناز عسروسی نہ رہا

بات کی بات میں انداز عسروسی نہ رہا

ہائے اس چرخ کو اتنا ہی گوارا ہوتا رہا  
 دم آخر تو مجھے اٹکا نظارہ ہوتا رہا

منہ سے کچھ کہنے جو تقریر کا یارا ہوتا رہا  
 ورنہ تسکین کو آنکھوں کا اشارہ ہوتا رہا

بے کسی کا سر بالیں نہ نظارہ کرتے

میرے نرانو پہ وہ دنیا سے کنارہ کرتے



## انگور

اتفاق میں تو نام سے مشہور تو ہی ہے  
 خوشہ ہے ترا غیبت صد خوشہ پردیسی  
 دھوکے سے لگے ٹھیس تو خوشا بہ رواں ہو  
 سر سبز نہائے کو تجھے خون سے سپینا  
 لکھتے ہیں اہل بیت تجھے نئے کے ورق میں  
 صحن چمن و باغ میں تٹی میں چھپاؤ  
 جلوہ ترا ہر شکل میں واللہ غضب ہے  
 دیتا ہے زمانے میں تجھے کون دلاسا  
 رندوں کے لئے ہے سے لگلوں تمنا  
 منشیہ سے تنگ کر تو کبھی جام میں جھلکا  
 کیا ظلم ہے تو بارغ سے جس وقت جدا ہو  
 پوشیدہ ترا قطن کے پہاؤں سے بدست  
 خوبی تری اک سمت ہی جان کی دشمن  
 سے تری زاہد کو سروکار نہیں ہے  
 اک بات مگر اسے انگور بتا دے

کہتے ہیں تجھے رز عجب انگور تو ہی ہے  
 والستہ ہے دامن سے ترے گوشہ پردیسی  
 نازک ہے بدن ایسا کہ سٹیشہ کا گمان ہو  
 شکل سے گل رنگ ترے خوں کو کھینچاؤ  
 داروئے شفا بستا ہے میرا کے حق میں  
 سایہ میں مغال کے کبھی بھٹی میں چھپاؤ  
 گہر دھڑ رز ہے تو گئے بنت عجب ہے  
 ہر شخص کو دیکھا ہے ترے خوں کا پیاسا  
 پی لیتے ہیں ظالم وہ ترا خون منسا  
 پہنچا جو لبوں تک دل ناکام ہیں جھلکا  
 عالم ہوا سیری کا چٹاری کی ہوا ہو  
 یہ عالم غربت کا تیرے ساتھ کفن ہے  
 پھر شہنشاہ کا یہ قول کہ ایساں کی دشمن  
 شربت سے مگر اس کو بھی انکار نہیں ہے  
 پردہ جو پڑا ہے اسے اللہ اٹھا دے

جلوہ یہ نمایاں ہیں تری آب کے گل کے  
 یا تاک میں پہنچے ہیں چھوٹے مرے دل کے

## شب دیو بجور

ترے حسن سسبہ کا اے شب دیو کیا کہنا  
 بہت ہی خوب ہے لیلے شبج نام تلوچر  
 تجھے اہل نظر کہتے ہیں بیشک رات کا پردہ  
 تو خود بے غل رحمت تیری رحمت کی کوئی حد  
 ہزاروں ہلکے بچے حسی رنگت کے شینہ پائی  
 کہوں کس جا کہاں اور ہاؤ کیا کیا بن گئے ہیں  
 خلق میں جس میں ترے ہم آہنگ کیا کہنا  
 قیامت ہے کہ پیشانی کی بھی تحریر میں پہنچی  
 کچھ دن پر فضیلت ہے کہ ہٹھکرات ہی تیری  
 اگر دن کی ہے کچھ عزت تو ای شب ترے ہی دم سے  
 سیاہی سے تری خالی نہیں تحریر سرمد کی  
 ستاروں نے مگر اگر ترے دامن میں آفت کی  
 سیاہی سے ہوا کرنی ہے چشم مست کی خوبی  
 ترے دم سے منہ پر پری تشال کی صورت  
 مرے سر پہ رحمت کا بادل بٹکے چھ جلاتی  
 مرے محبوب کی زلف مسلسل بٹکے چھا جاتی

# شیاما

اے میری پیاری شیاما رہ گئے گانیوالی  
 بیٹھی اسرو میں دلکش بنی بجانیوالی  
 توحید کا دل آرائی سنانے والی  
 حیرت سے ایک عالم کو بت بنانیوالی  
 اک تان پھر لگا دے اے گنگانیوالی

بیشل ہے تو کتنا تو فرد ہے یگانہ  
 منہ کھولیں تیرے لگے کیا مطرب زمانہ  
 یہ داستان دلکش یہ جانتاں حسانہ  
 ناوک ہے تیرا لہجہ دل ہو گیا نشا نہ  
 ملے دردین کے میرے دل پر لہجہ نوالی

عشاق غم زدہ سے رکھتا ہے ساز لہجہ  
 بیشک ہے روح پر یہ جہاں نواز لہجہ  
 دنیا سے کہہ رہا ہے الفت کا راز لہجہ  
 مجھ سے تو کوئی پوچھے یہ جہاں گدا لہجہ  
 تیری صدا ہے ظالم دل کو مٹانیوالی

کیا جائے کس گھر میں تو روز میں آکے بیٹھی  
 بیٹھی رہی تو لیکن صورت تری نہ دیکھی  
 خوش ہو کے تو نے ظالم پھر لگائی ہی چھری  
 رنجوہ ہوا ہے منکر حالت نہ پوچھ دل کی  
 مردہ دلوں کو تو ہے بیشک جلاسنے والی

خالق نے ہے بنائی کیا پیاری پیاری صورت  
 شیاما نام میرا کیا سا فانی ہے صورت  
 یہ سب گھر میں ہے ظالم بیشک ہے سب صورت  
 لائی تجھے ہانک یوں کوئی ضرورت  
 اے بے باک میری جہاں آنے والی

آئی بہار کا تو بیشک سپا ملے کر  
 بزم جہاں میں گہری الفت کا جام لیکر  
 چونکا دیا ہے ہنگو نالوں سے کام لیکر  
 سرشار ہو گئی ہے خالق کا نام لیکر

جنگل کی تو ہے جو گن بنی بجانے والی

رنگیں مزاج تو ہے ریشما ہے نام تیرا      الفت کا اک سبق ہے دلکش پیام تیرا  
سرشار کر رہا ہے باسط کو جام تیرا      دل ٹکڑے ٹکڑے کرنا بیشک ہے کام تیرا  
ہاں اڑنا جانا جگو گا کر رولانے والی

منقار ہے یہ تیری یا شام کی ہے مرلی      یا اک اسیر عشق ناکام کی ہے مرلی  
اے مشت پر یہ تجھے گلگام کی ہے مرلی      پرچے تو کوئی تجھے کس کام کی ہے مرلی  
سوزِ نناں سے ہر دم دل کو جلاتے والی

چرچے تھے اسکے کیا کیا ہاں ہرج باسیوں میں      گو خیں صدا میں اسکی جنگل کی وادیوں میں  
جادو سا پہونک مارا گوگل کی دیو لوہیوں میں      عالم تھا بخود کی کا مٹھار کی گویوں میں  
رادا ہے اسکی شاید اگلے زمانے والی

چونکا دہاتے ظالم۔ محو سخن کو تو نے      او جہل کیا نظر سے رنگین چن کو تو نے  
مجھے چھوڑا یا میرے گل پر بن کو تو نے      اُس عالم تصور۔ اُس ابھن کو تو نے  
داد سخن تو دے کچھ اے چھپانے والی

کیونکر کہوں میں تھکوریخ والم نہیں ہے      لب پر فغاں نہیں اور چشمِ نرم نہیں ہے  
شیون سے ترے ظاہر کیا سور و غم نہیں ہے      یہ راگ تیرا بیشک دیک سے کم نہیں ہے  
خود جل تجھے بن ظالم محب کو جلاتے والی

باغ جہاں میں بنکر شمشاد ہی رہے تو      نیرنگیے جہاں سے آزاد ہی رہے تو  
خزیم رہے ہمیشہ دل شمشاد ہی رہے تو      تو صید ہو نہ ہرگز۔ صیاد ہی رہے تو  
تیری صدا ہو یوں ہی دل کو پھنسانے والی

# کنول کا پھول

یوں شگفتہ ہیں کنول کے پھول روئے آب پر  
نقش دل کش جھڑجھڑیوں چمنہ سیمابہ  
دیویاں جہرے کئے ہیں ہر طرف تالاب پر  
حوض کوثر ہی مثابت اسکی آب و تابہ

دل جو کہتا ہے کہ یہ خلد ہریں کا باغ سہ

میں یہ کہتا ہوں کہ منہ اس سیمہ پر دل ہے

قدرتِ خالق نظر آتی ہے شانِ کبریا  
رہے پانی میں بھی رہتا ہے یہ پانی سوجھا  
دیکھ کر اسکو سبق حاصل ہوا یہ ہر ملا  
کس طرح ہم طے کریں یہ زندگی کا راستہ  
تفتیش کی خوے بد کا اپنے دل میں گھر ہو

رہے پانی میں کنول کا جیسے دامنِ تر نہ ہو

شام کو اک خستہ دل اڑتا ہوا آیا ملول  
ناہکروشتِ محبت کا سر اسر عرضِ دلول  
دیکھ لیں اہل چہاں مشوق کا حسن قبول  
بھوڑا وہ بیچتا ہے اس میں بند ہوتا جو گول

شام کو سینے سے لپٹے عشق کے وہ جوش میں

صبح تک بیٹھا رہے محبوب کے آغوش میں

روز روشن ہو گیا پھر رات کا پردہ اٹھا  
مہرِ انور پہ کنول کا پھول ہے کیا کیا فدا  
ہے تبسم کا سبب اسکے لئے اسکی ضیا  
پھر شگفتہ ہو گیا پھر نہیں پڑا پھر کھل گیا

پھر شحاتیں ہم نعل میں پھول سے تالاب سے

وصل یوں حاصل ہوا پھر مہرِ عالم تاب سے

کھول کر چشمِ حقیقت لطفِ باراں دیکھئے  
حسنِ قدرت کا ذرا جلوہ نمایاں دیکھئے



ہر شگفتہ پہول کا اسوقت داماں دیکھتے      قطرے آب کے گوہر درخشاں دیکھتے  
 جلوہ افکن ہیں کنول کے پھول آئینہ آب پر  
 یا مرصع ساغر بلور ہیں تالاب پر  
 صورت دل میں کنار آب گہنچکر آگیا      صورت آئینہ میں حیراں دشت شد آگیا  
 کیا کہوں آگہو کے آگے طرفہ منظر آگیا      وہ وہی ساغر رہا اور عجب کو چکر آگیا  
 جو گلی ہے پہول کی وہ زگس سناہ ہے  
 جسطرف آگہاٹھی ہے گردش میں اک پیمانہ ہے  
 دیکھ کر کنول آئی ہے کھلا کی یاد دلا      مجھ کو حیراں کر گئی اک آئینہ سیما کی یاد  
 گو کہ ہے محبوب محبوب جہاں آرا کی یاد      دل کے ٹکڑے کر گئی لیکن رخ زیبائی یاد  
 نیم نسل کر دیا مجھ کو کسی یاد سے  
 ہائے تو نے کیا کیا یہ باسط ما شا دے



# وطن

ہندو کی طرح اپنا بخشش عوام وطن  
 ہے مری صبح وطن صبح سنا رس سے سوا  
 شیخ ہو یا برہمن ہر ایک سے رام وطن  
 بڑھکے شام آودہ سے ہر طرح شام وطن  
 مرغ دل کو بہا گیا کچھ اس طرح دام وطن  
 طور کا جلوہ دکھاتے ہیں دروہ دام وطن  
 کس قدر پلطف ہیں باسط کو اللام وطن  
 عاشق شہیدات کیوں چھوٹے دل آرم وطن

ساتھ میرے نام کے لیے نام وطن

متر کے بازار سے بڑھ کر ہے بازار وطن  
 پہول عزت کے ہیں پھیکوں رند ڈالوں ڈنگ  
 میں غلام ہے درم ہوں اسے خریدار وطن  
 بیٹھ کر دامن میں چن لوں ایک اک خار وطن  
 غیر ممکن ہے کہ اسکا سر سے سودا دور ہو  
 زلف لیلیٰ ہے آہی یا شب تار وطن  
 دشت عزت سے سناؤ گھر لٹ آتا چوب  
 دیکھ کر جی اٹھتا ہے خرچ ستمگار وطن  
 دیکھتا ہوں داغ دل میں دل پہلنے کیلئے  
 یاد آجاتا ہے عزت میں جو گزار وطن

دشت عزت میں مرے یارب نہ بیمار وطن

ہو دم آخر میرا سکودیدار وطن

تو نے آسٹ پھر کیا ذکر گلستان وطن  
 تا کجا نغمہ سرا میاں سے شائے ارب وطن  
 اہل عزت کو میرے کہاں آسودگی یاد  
 مجھے پوچھو لذت آتے ہیں نال وطن  
 بڑھکے آزادی سے ہے جگمگ پابندی می  
 جی کچھ ایسا لگ گیا ہے نگہ میں زندان وطن  
 میرا ہوا بلبل جان ہو میری گلستان وطن  
 میرے سب احباب ہیں رنج و جان وطن

# انوکھی لوری

”انوکھی لوری“ کے عنوان سے ایک انگریزی نظم کا ترجمہ پیش کرنا ہوں۔ میں نے لفظ بہ لفظ نتیجہ نہیں کیا مگر مضموم کو پورے طور پر ادراک میں لے کر اسے خوش کی ہے مصنف کا نام نامی لکھنے والے نے غالباً اسے مصلحتاً پردہ خفائیں رکھا۔ یہ شاعر کی تصنیف ہے جسکو آج دوسو برس کے بعد مجھ جیسے نااہل نے اردو کا جامہ پہنایا ہے۔

Lady Anne's Lament  
 خاتون مذکور اپنے چاہنے والے کے جذبات دلی سے متاثر ہو کر کچھ ایسی جوش جوازی و محبت میں اندھی ہو گئی کہ اس و مبارک کے خواہشات نفسانی کا شکار بن گئی۔ اور اس ناجائز تعلق کا نتیجہ قبل شادی ایک بچہ کی صورت میں ظاہر ہوا اس موقع پر اس دعویدار محبت نے بیوفائی کی ماں بچہ کو چھوڑ کر میدان جنگ کو چل دیا نظم میں اس شہیاں عصمت باختر عورت کے جذبات کا اظہار ہے اس وقت کے خیالات کا آج کے خیالات سے موازنہ کیجئے تو زمین و آسمان کا فرق معلوم ہوتا ہے۔ اس زمانے میں ایسے تعلق کو خود ایک مغربی عورت نا جائز خیال کرتی تھی اور ایسی اولاد کو کلنک کا ٹیکہ لگا۔ مگر آج مغرب کے بیشتر پرستار آزادی شادی کو ایک ڈکھو سما اور اس قسم کی پابندی کو آفت جان سمجھتے ہیں۔ یہ کیا مضمونی کہ آزادی

کا دور دورہ ہوتے ہوئے ایک آدمی ایک عورت کا اور ایک عورت  
ایک آدمی کی پابند ہو جائے۔ ان باتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے  
ناظرین اس منظوم ترجمہ کو ملاحظہ فرمائیں وہ ہوں خدا۔

سو جا میرے پیارے سو جا      سو جا راج دلارے سو جا  
تیرا سونا میری راحت      تیرا رونا میری مصیبت  
میرے مایہ عیش و عشرت      باپ کی پیدا کی ہوئی آفت

سو جا میرے پیارے سو جا

سو جا راج دلارے سو جا

دم بھر سورہ اکہ میرے پیارے      جب تو جاگے منستا اٹھے  
لیکن ایسے دھنگ نہ آئیں      صن کی دیوایاں دھوکا کھائیں  
اسکی شکل ہے صورت تیری      جس نے حرمت لے لی میری

سو جا میرے پیارے سو جا

سو جا راج دلارے سو جا

میٹھی میٹھی باتیں کر کے      میرا دل جب چھینا مجھ سے  
میری سمجھ میں کچھ بھی نہ آیا      میں نے اچھا دھوکا کھایا  
لیکن ایسا ظالم نکلا۔      میری تیری کچھ نہیں پرہا

سو جا میرے پیارے سو جا

سو جا میرے راج دلارے سو جا

اسے ظالم بدست جوانی      جھوٹے عاشق دشمن جانی

بھولی بھالی رشک پری کو      دھوکا دینا اب نہ کسی کو  
 بیشک بھی ظلم ہے لگی      میری طرح ناکام ہے لگی  
 سو جا میرے پیارے سو جا

سو جا راج دلارے سو جا

تو نے ایسی چاہ دکھائی      تیرے ہاتھوں لاج گنوائی  
 مجھ کو بھلائے عشق کے آئین      عہد وفا پر قسمیں کھائیں  
 لیکن وہ اقرار کہاں اب      چاہ کہاں وہ پیار کہاں اب  
 سو جا میرے پیارے سو جا

سو جا راج دلارے سو جا

حسرت ہے پر کنواری ہوتی      مردوں سے نیراری ہوتی  
 روشن ہو گیا اب یہ مجھ پر      سب ہیں بھوٹے سب ہیں تنگ  
 سخن نے کھویا تول ہو سچا      شاہد میری گود کا بچہ  
 سو جا میرے پیارے سو جا

سو جا راج دلارے سو جا

اس سے بڑھ کر ظلم ہے ہنسنا      دایہ بن کر ہے کہیں نہ ہنسنا  
 کیونکر اپنا لال بنے گا      غیر کا بچہ دودھ پے گا  
 سو جا میرے پیارے واری      دکھیا رہی ہے مال بچاری

سو جا میرے پیارے سو جا

سو جا راج دلارے سو جا

مُجھ کو نہ رُو اے میرے جانی      بیری ذلت کی میں بانی  
میرے کئے کی سب یہ سزا ہے      بیشک میرے دل کی خطا ہے  
عقل جو رکھے کیوں نہ یہ سمجھ      باتیں بنانے واسے بھوٹے

سو جا میرے پیارے سو جا

سو جا راج دلا رے سو جا

باپ کی خاطر کوئی بلا ہے      چھوڑ کے تجھ کو بھاگ گیا ہے  
دہیاں نہ آیا عہد کا اصلا      چھوڑ کے سہکو جنگ میں چھا  
آہ ہماری رنگ دکھائے      اپنے کئے کا پھل وہ پائے

سو جا میرے پیارے سو جا

سو جا راج دلا رے سو جا

کوس نہ یوں تو یاد آتا ہو      شاید اب وہ بچتا تھا ہو  
مکمل ہے رنجور ہوا ہو      زخموں سے وہ چور ہوا ہو  
حکم خدا سے خوف ہو گہیرے      اُس پیارے و سباز کو میرے

سو جا میرے پیارے سو جا

سو جا راج دلا رے سو جا

پہلو میں تیں اس کے ہوتی      اشکوں سے ہر زخم کو دھوتی  
سہ سے میرا نام نکلتا      الفت کا اُغلام نکلتا  
گو میں غم کی یاد سے مرقی      بھول نہ جاتی عفو تو کرتی

سو جا میرے پیارے سو جا

سو جا راج دلارے سو جا

کپڑا کفن کا گر کم ہوتا      دل کا نرالا عالم ہوتا  
جو مرے تن کی چادر ہوتی      اس کے کفن کی چادر ہوتی  
کیا کہتی ہوں زندہ ہوؤ      جان سے پیارا اچھا ہو وہ

سو جا میرے پیارے سو جا

سو جا راج دلارے سو جا

روتی ہوں میں تیری خاطر      روئیگا پھر تو میری خاطر  
رنج پڑیگا تجھ پر بھاری      صبر تجھے ہو میں سے واری  
میری بدولت بچ ہے گا      بد قسمت بدنام رہے گا

سو جا میرے پیارے سو جا

سو جا راج دلارے سو جا



## نینی تال

(سوی ۱۲۰۰ میں نینی تال جانا ہوا - ذیل کی نظم اسی سے متعلق ہے)

گر سوئی فصل گزری لطف سوسال کی  
دل و نظر اٹھنا بٹھنا نہ مل دیکھا پشت بلند  
لطف نظارہ تھا حاصل کہ تو گلشن میں تھے  
کم نہیں فروس اس جا دکش کی ہوا  
بر ملا ہنگو بھی حاصل جو لطف دید تھا  
اور میں پہنا بھی ہر منور آشکار  
رات کو جب کچھ پڑا تھا اجالا دور کا  
نقش دل پر ہو گیا خاکہ درو دیوار کا

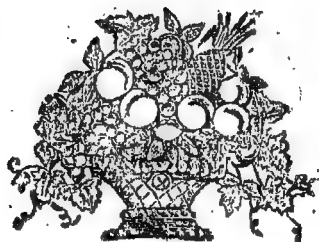
بھول سکتی ہے کہیں وہ سیر نینی تال کی  
ہر قدم پر رکھو کریں گھٹاتا تھا ہمت کا ہمنہ  
پھول تھے دامن میں لیکن کوہ کوہ ان میں تھے  
مخ افزار روح پرور رحمت افزار افزار  
دامن ابر بہار می میں بھی خورشید تھا  
ایک دن میں شو طرح کی دیکھتے تھے ہم پہا  
یاد آ جاتا تھا وہ عالم حیرت طور کا  
کھینچ گیا آنکھوں میں نقشا کو چہ و یادار کا

کیا بیان ہو کوہ پر وہ خوشنماں جھیل کی  
لطف سے جلوہ فگن ہے شب کو زیر آسمان  
جھیل پر خورشید ناباں کی جلوہ ریزیاں  
کیا ہوں مکیں نجوم و ماہتاب آسمان  
آئینہ حیران ہو چکر دیکھے صفائی جھیل کی  
دن کو بھی جھیلی نظر آتی ہے مثل آکشاں  
اور مرے جذبات نہیں کی و طوفان خیر  
ہے یہاں کی سردیں گو یا جواب آسمان  
گدگداتا تھا کوئی جیسے دلِ ناکام کو  
کشتیوں میں بٹھکر وہ سیر کرنا شام کو



اسے خوش قسمت برائی قلب کی امید بھی  
 یاد ہیں انک وہ مجمع ہم کو صبح عید کے  
 آنکھ میں آنسو بھرے تھے میں تھا سو گد  
 تیری محبت کے تصدیق تیری بخشش کے نثار  
 سیر جیل ہو گیا اس روح پرور سیر سے  
 دل سے کرتے ہیں باہر ہکا جانا نصیب  
 دامن کہسار میں دکھا ہلال عید بھی  
 سینکڑوں تھے پڑھنے والے کلمہ توحید کے  
 کھیل کے میدان میں سب نے پڑھی مگر ناز  
 گلشن کہسار کی جی کھول کر نوئی بہار  
 گھر پلٹ آئے بفضل ایزی ہم خیر سے  
 لطف بے پایاں کا پھر ہکو زمانہ نصیب

پھر اسی صورت سے یا سب تجھ سے یار ہو  
 باسط آوارہ ہو اور دامن کہسار ہو



Fleet

# دل

کیا کہوں کس نے فریا روغناں کرتا ہوں      آج کیوں تذکرہ سوز نہاں کرتا ہوں  
 حال پرشید جو ہے اُس کو عیاں کرتا ہوں      سب جگر تھام لیں میں دل کا بیاں کرتا ہوں  
 اہل دل کے تڑپ جا میں وہ تاثیر بھی ہے  
 نظم بھی ہے دل پر درد کی تصویر بھی ہے

پارہ گوشت ہے پہلو میں جگہ تیری ہے      شکل و صورت کا یہ انداز کہ مخر ٹھکا ہے  
 ظرف کا حال کہوں کہا کہ بہت عالی ہے      ٹوٹنے پر بھی دل آویز صدا آتی ہے

باعث زلیست ہی کبخت ڈھڑکنا تیرا

مخ لعل کا پھٹکنا ہے پھٹکنا تیرا

کبھی پیما نہ ہے اسے لکھی ساغر تو ہے      تو کبھی سوم ہے اسے دل کبھی پتھر تو ہے  
 نور عرفان کی تجلی کا مگر دور تو ہے      تن بدن پھونک جو دیتا ہے ہی گھر تو ہے

سب سمجھتے ہیں ہر دم بھی تجھے بخانا بھی

کبھی آباد بھی تو ہے کبھی ویران بھی

کیا کہے کوئی کہ سب کہتے ہیں کیا کیا تجھ کو      کوئی کہتا ہے کلی اور کوئی غنچہ تجھ کو  
 دیکھنے والے سمجھتے ہیں تماشا تجھ کو      داغ الفت نے بنایا ہے جو لالہ تجھ کو

لوگ کہتے ہیں یہ کیا خوب بہار آئی ہے

جس کو دیکھو تری حسرت کا تماشا ملی ہے

کیا کہوں او دل ناشاد مرے کیا تو ہے      شیشہ کہتے ہیں تجھے آئینہ سیمیاں فخر ہے

پر تو حسن سے اک نور کا دریا تو ہے      سامنے آٹھ پہرے وہ تماشا تو ہے

تجربے ظاہر ہوئی ہر لک کی رعنائی بھی

تو ہی کجخت بنا باعث زینبائی بھی

تو جو صد چاک ہوا شائے کی صورت پائی      زلف جاناں ہوئی سو جاں سے تری شدائی

سر چڑھایا تجھے اُس بے لک بعد رعنائی      تیرے ہوتے ہوئے اغیار نے منہ کی کھائی

تو نے اپنے کو مٹایا تو بڑا نام ہوا

ابتدا کیا تھی مگر دیکھ یہ انجام ہوا

مچو تسلیم ہے اے ل تری غوغا رہی بھی      اور ہنگام مصیبت کی وفا داری بھی

اپنے ہیکل کے کی وہ سوجھ و دھیزاری بھی      سنئے الفت سے مگر تیری وہ شہساری بھی

رازاں ہو گئے مرے راز کو افشا نہ کیا

تو نے سب کچھ کیا اے دل سے کیا کیا نہ کیا

صاف ظاہر ہے یہ کوئی تجھے آزار بھی ہے      کہتے ہیں سب مرض عشق کا بیہوش بھی ہے

کام کا بھی ہے مگر ساقی ہی بیکار بھی ہے      تو قوی بھی ہے بہت اور بہت نار بھی ہے

کتنے غم تجھ میں ہیں کیا کہوں سعت تیری

پھر بھی دایوس نہیں داہری بہت تیری

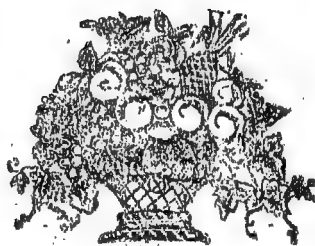
لوگ نادان جے کہتے ہیں وہ قاتل قہے      جس سے آساں ہو مشکل وہی مشکل قہے

جس نے سب کیا قاتل کو وہ سب قہے      زندگی کا سبب کون اُمرے دل قہے

سوز تھا پہلے سراپا گلاب ساز ہے تو

اس کو کچھ میں ہی سمجھتا ہوں غیب ساز ہے تو

میرے دل کیا کہوں برج مہ عرفاں لہتے      خانہ دیں ہے تو ہی خانہ اکیاں تو ہے  
 گھر ہے اللہ کا منزل کہہ نینواں لہتے      جس نے حیرت میں پھنسا یہ وہ ساماں لہتے  
 تو طپاں بھی ہے مگر جلوہ کہہ تو رہی ہے  
 برق بھی اکو دل با تسطیح تو ہی طو رہی ہے



# قلم

حالی دل اپنا سنا تا ہوں باقی تیری  
 رنگ یہ شلخ گل تیں کہاں ہوتا ہے  
 سوترالوں سے ہے بہتر یہ نفیس و بخش  
 ہر زمانے میں چلا کو تا ہے سکتہ تیرا  
 چٹکیاں دل میں لیا کرتی ہے تحریر تیری  
 نقش و کش میں ترے شکل ہے پیاری تیری  
 ہنسنے والوں کو کبھی تو ہی رولا دیتا ہے  
 جو ہے تلوار وہ ہے مائی لودا تیرا  
 تیری جنس سے سر اکثر کے قلم مجھے تہیں  
 دل مغموم کو ہے باعث بھرت تو ہی  
 ستم قاتل ہے کبھی چشمہ حیاں تو ہے  
 سب کو تسلیم یہ ہے روزا زل سے تو ہے  
 صفحہ دھڑکے مٹنے کا نہیں نام تیرا  
 جلیہ افروز نظر بایکے قلم کیں تو نے  
 نقش خوش رنگ کے منوں ہاں پتھر لاکھوں  
 کیا کہوں لوح جبین پر تری تحریر بھی ہے

اے قلم کیا کہوں میں سحر بیانی تیری  
 تو کہلاتا ہے نئے گل جو رواں ہوتا ہے  
 تیری آواز ہے کانوں کو صریر و کش  
 اک جہاں پر ہے تسلط ترا قبضہ تیرا  
 ذوق ہے جنگو سمجھتے ہیں وہ نوقر تیری  
 بڑھ کے عجائب سے ہے سحر لگا رہی تیری  
 کبھی دو لفظوں میں رو توں کو ہنس دیتا  
 ہمیں بچتے نہ سنا ایک بھی مارا تیرا  
 تیری رفتار سے دل وقف الم ہو تہیں  
 بھیجا ہے کبھی پیغام محبت تو ہی  
 دشمن جان حزیں علییٰ دوراں تو ہے  
 کوئی کس طرح کہے آج سگ سے تو ہے  
 ختم تا حشر نہیں ہو گا کبھی کام تیرا  
 جتنی دنیا میں کتابیں ہیں رقم کیں تو نے  
 تیری تہنیش کا نتیجہ ہیں یہ دفتر لاکھوں  
 تیرا لکھا ہوا میر خط و قلم یہ بھی ہے

دو ہمال میں ہے لقب خامہ قدرت تیرا  
 سکر الہا اللہ یہ ہے پایہ رفعت تیرا  
 تیری ممدون مری سینکڑو تیریں ہیں  
 تیری مچھی ہوئی خوش رنگ و لہو ہیں

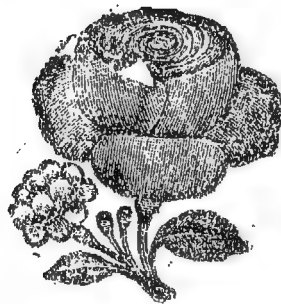
لے فلم رشتہ الفت نواٹے نہ کبھی  
 ہاتھ سے باتو رنجور کے پھوٹے نہ کبھی



## حب

لخت دل لخت جگر آنکھ کا تارا تو ہے      ماہ رو نور نظر راج دلا را تو ہے  
 راحت جان حنین جان پیار تو ہے      صاف ظاہر ہے کہ محبوب دل آرا ہے  
 باپ کے واسطے لکھ ہیں ادب تیری  
 ماں تو ماں غیر بھی لیتے ہیں بلائیں تیری  
 گھر کی زینت ہے تو ہی رونق کا شانہ ہو      گوشہ گوشہ تر سے جلوے ہو جلو خانہ ہو  
 ماں ہے شیدا تیری باپ بھی دیوانہ ہو      تو ہے وہ شمع کہ گھر بھر ترا پروانہ ہے  
 روح پرور جو ہے معصوم شہم تیرا  
 باعث وحد ہے انداز تکلم تیرا  
 ماں تیری جانتی ہے چاند کا ٹکڑا تجھ کو      رشک گل ہر لقا آئینہ سیمائے تجھ کو  
 ملتیں ماں کے اندر سے پایا تجھ کو      ایک عالم سے سمجھتی ہے وہ اچھا تجھ کو  
 کیوں کہے کوئی کہ گورا نہیں کالا تو ہو  
 وہ تو کہتی ہے تجھے گھر کا اُجالا تو ہے  
 اسکی آنکھوں میں پھر اگر تھی وہ صورت تیری      کعبہ دل میں بھی موج دہے صورت تیری  
 وہ سمجھتی ہے ہر حال ضرورت تیری      شبہ گھڑی پوچھتی پھر تھی ہو موت تیری  
 لطف دیجاتی ہیں جو تیری ادھوری باتیں  
 وہ مزادیتی نہیں اور کی پوری باتیں

دل سے کرتی ہے دعا تو کبھی بیمار نہ ہو      کوئی آسیب نہ ہو۔ دکھ نہ ہو۔ آزار نہ ہو  
 گو کسی پتھر کا تو منہ سے طلبگار نہ ہو      تیری پتوں کو سمجھتی ہے کہ بیزار نہ ہو  
 ہر گھڑی دیکھتی رہتی ہے وہ صورت تیری  
 بے کہے تیرے سمجھتی ہے صورت تیری  
 تیری خدمت کے سوا اور کوئی کام نہیں      صبح کی فکر نہیں اس کو غم شام نہیں  
 تو نہ آرام سمجھو تو اسے آرام نہیں      اور یہ لطف شکایت کا کہیں نام نہیں  
 ذکر لب پہ ہے ترا۔ دل میں ہے داغ الفت  
 مٹا قیامت نہیں بجھے گا چراغ الفت





# نقشِ قدم

حال آج بھی ہو گا خوبی سے رقم تیرا      کا غم پر بھی غمکے کھینچے گا قلم تیرا  
گم کر دے منزل پر ہوتا ہے کرم تیرا      غربت میں غنیمت ہے سیدھ کو قلم تیرا  
ممنون ہوں میں دل سے اے نقشِ قدم تیرا

اے نقشِ قدم تیرا

دور اندھ و خستہ تھا محروم تھا منزل سے      اٹھنا تھا قدم میرا اب راہیں شکل سے  
فریاد نکلتی تھی رہ رہ کے مرے لے سے      دریا کی تمنا تھی میں دور تھا ساحل سے  
ممنون ہوں میں دل سے اے نقشِ قدم تیرا

اے نقشِ قدم تیرا

تو حفظِ لقیّت ہے تو بہرِ کامل ہے      ہمدرد ہے۔ سونے کی بہر حال میں شامل ہے  
تو غیرت لیا ہے تو غیرت محفل ہے      یوں خاکِ بستر تو ہے گویا کہ مراد ل ہے  
ممنون ہوں میں دل سے اے نقشِ قدم تیرا

اے نقشِ قدم تیرا

اللہ نے بخشا ہے کیا جاہ و شہم تجھ کو      آفاق بھٹتا ہے گلزارِ ارم تجھ کو  
زیبا ہے کہے کوئی کبریا بر کرم تجھ کو      اے نقشِ قدم تجھ کو اے نقشِ قدم تجھ کو  
ممنون ہوں میں دل سے اے نقشِ قدم تیرا

اے نقشِ قدم تیرا

دامان زمین پر ہے طرفہ تیری گلکاری      دکن تیری صورت ہو اور وضع تیری ساری  
تو بجز سراپا ہے تو مایہ دل داری      آساں ترے دم بچہ راہ کی دشواری

ممنون ہوں میں دل سے اوفتش قدم تیرا

اے نقش قدم تیرا

کب شاہد قصہ کا حاصل ہوا نظارہ      پھر تار بادلت تک میں راہ میں آوارہ  
اگے کو قدم اٹھنا۔ باقی نہ تھا سیارہ      ایسے میں خار کھے۔ تو دور سے لاکار

ممنون ہوں میں دل سے اوفتش قدم تیرا

اے نقش قدم تیرا

تو خاک کے دامن گوفک باریاں ہے      لیکن دل مخروں کی تفریح کا سماں ہو  
فرما دکھا دامن ہے محبوبوں کا گریباں ہے      تو حقیقت حسیہ آئینہ حسیہ راں ہے

ممنون ہوں میں دل سے اوفتش قدم تیرا

اے نقش قدم تیرا

تو فرق نہیں کرتا کچھ شج و برہمن میں      کعبہ میں تجھے دکھیا دیر بت پرین میں  
ہر جا ہے تیرا جلوہ دیر لے میں گلشن میں      تو وادی اکین میں تو طور کے دان میں

ممنون ہوں میں دل سے اوفتش قدم تیرا

اے نقش قدم تیرا

ارمانوں کی ہوتی ہے تجدید سے دم سے      قائم ہے نہ مانے میں تقلید سے دم سے  
میاں کو رہتی ہے امید تر سے دم سے      میرے دل مخروں کو ہے عید سے دم سے

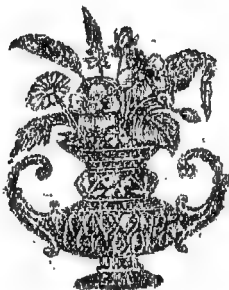
ممنون ہوں میں دل سے اور نقش قدم تیرا

اے نقش قدم تیرا

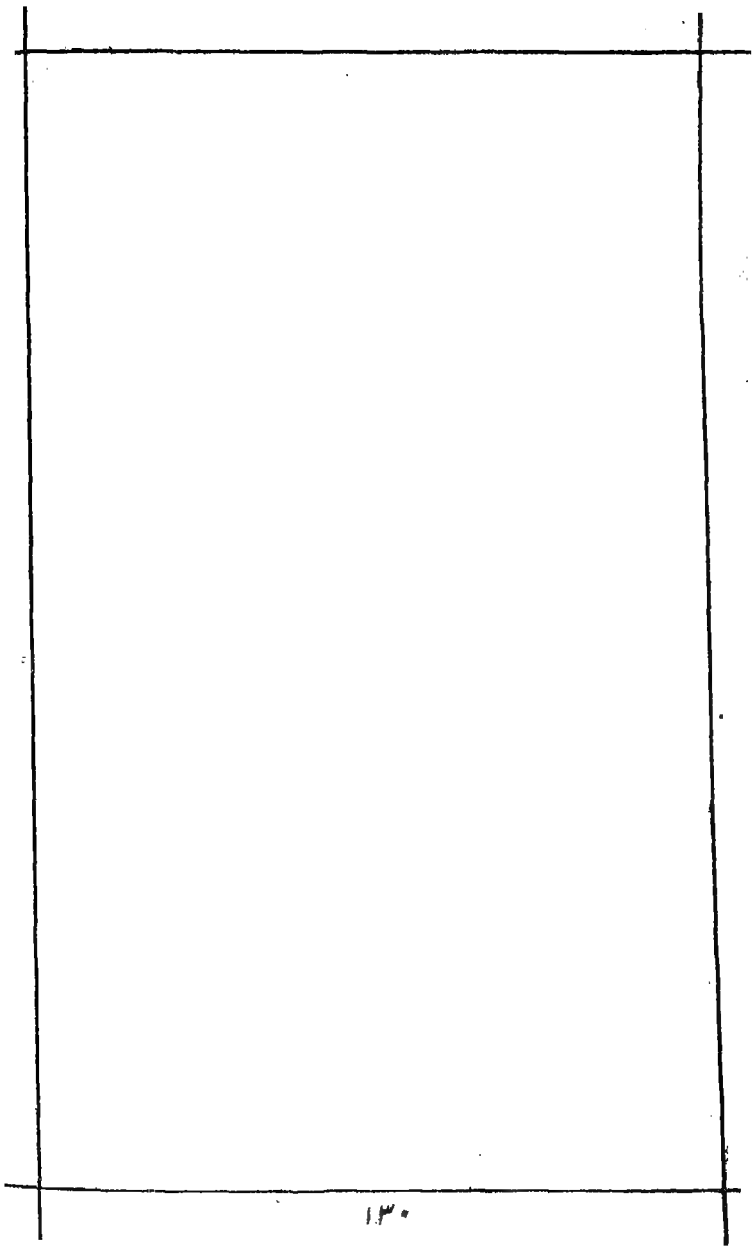
کس سوز سے پھیر لے یہ سازِ فنا تو نے      باسط کو سنانی ہے آوازِ فنا تو نے  
مٹا مٹ کے دکھائے ہیں اعلازِ فنا تو نے      کس جن سے بھجائے سب ازِ فنا تو نے

ممنون ہوں میں لکھا اور نقش قدم تیرا

اے نقش قدم تیرا



حُسن و عشق



# حسن و عشق

## بُتِ سفاک

کیا کہوں لطف تصویر ہم زمین  
 دلستاں، دلدار، دلیر، دلریا  
 آفتِ جاں، دشمنِ ایماں، لقب  
 سنگدل، ظالم، متکبر، تنہا  
 شمعِ روبرو، نازک، برباد  
 شمعِ روبرو، نازک، برباد  
 ایک رشکِ حور ہے جلوہ فگن  
 دلفریب اس کا ہر اک انداز ہے  
 کیوں نہ ہو حیرانِ مثلِ آئینہ  
 مار ڈالا پھر هجومِ شوق نے  
 میری نظر کی ٹھٹھکیوں کی طرف  
 کیا کھلانا ناگفتوں کا سہل ہے  
 ہٹ گیا میں دل لرز کر گیا  
 ہور ہی تھیں شونیاں اس پتار  
 سانسے بیٹھا ہے اک ناز آفریں  
 ماہِ پیکر، ماہِ طلعت، مہِ جمین  
 ناز پرور، ناز میں، ناز آفریں  
 فتنہ محشر، جفا جو، نکتہ چین  
 محفلِ آوازے حسینانِ زمین  
 گھر ہے اپنا رشکِ فردوس میں  
 ہر اداسے ناز اس کی دلنشین  
 چشمِ زامدو بھیکر ایسا حسین  
 جا بھٹکایا کھینچی اس کے قریں  
 انکی نظریں جھک گئیں سوتے زمین  
 کس طرح چھو تا میں لہنِ غریں  
 دھیکرا برو کا بل، چینِ حسین  
 کیا ستم ڈھائی بھی ستمِ شرکین

صحن رخسار چھو یا حسد تھا  
دو دین بھیجا نہ ہزاروں جہنم میں  
دیکھ کر اس کے لب جاں بخش کو  
نیم جاں حسرت سے تھا پاں بائیں

ہاں کہاں تک ضبط گریہ الاہاں  
ہاتھ سے جاتا رہا صبر و شکیب  
کس نے پوچھا کچھ وفا کا ہی خیال  
کس نے چپکے سے کہا ہنس کر ہنس  
کس نے باسط مرغ بسمل کر دیا  
کس نے دیدی عشق میں جاں نہیں

کس نے پوچھا ہنس کے کیا تم مر گئے

کس نے مرتے دم کہا عدا آفریں



## تماشا رفت

نشان ملتا نہیں مغرب میں اب ہر خوشاکی  
تھکا ماندہ مسافر منزل مقصود پر پہنچا  
کہاں غائب ہوا وہ جلوہ افروز جہاں ہو کر  
کہاں اپنے زرخیز کاشتہ نور و نشان کا  
تاروں کی چمکتے ہوئے نقطہ چرخ بریں  
ہوا باندار عالم ہنر سو فی بزم ہستی ہے

نظر آتا نہیں جلوہ جمال نور ساماں کا  
نہ بھر لراہ میں دم بھر بھی رہتی دھن کا پکا تھا  
سقم ڈھایا ہے اسے اہل حسی پر نہاں ہو کر  
تسلط ہو گیا سارے جہاں پر شام جہاں کا  
چراغوں سے ہوئی ہو جا بجا بزم میں رہن  
جہاں سیلاب تہی تھا وہاں حسرت بتی ہو

بلا سے سامنے ہے اس گھر میں بیا رفت کا  
کبھی ہے درد دل پیدا کبھی وہ دیگر پیدا  
و فرود سے گھر کے آخر آہ کراٹھا  
کہاں کھلتی ہیں کھینچ نفثانی اشکباری  
کبھی خونِ تنہا حسرت مرود کا ماتم ہے  
کبھی دل تمام کر دیا نقوش سرگرد خانِ فنا

نیچے دیکھتے ہوتا ہے کیا آزار رفت کا  
کیا ان ظالموں نے سینہ سبل میں گھر پیدا  
اٹھایا لاکھ بالیں سے نہ اٹھنا تھا نہ مٹنا  
کہ بہلاؤ دل رنجور کو آخر شکاری سے  
کبھی وہ صورت نقد و یہ یاد چپ عالم ہے  
کبھی آنا پھر وہ دہانی کے عیاں ہونا

میں جانی کی امید نے بیا رفت سے  
امید وصل نے یہی طبیعت اس کی گرمائی

تن مرد میں چھوٹی کڑج باکلی کی قوت سے  
کہ میر کو پہچاناں کے جیل سے لگا لائی



ستم ایجاد کے آگے کوئی ناشاد جا پہنچا  
وہاں بٹھیا تو لب پر یوں لگا کہ ہر خاموشی  
فسرہ خاطر کی چہرے کا اس کے صفا غماز کی

اسی انداز سے وہ خانماں برباد جا پہنچا  
کہ صورت سے عیاں تھی ہلکی خوش فاشی  
کہاں اس ذکر سے ہلکی زباں چل چھر تھی

یہ کیا ہے۔ کیا کیا نالوں نے میرے کچھ اٹھایا  
یہ کیا ہے کیا کہاں اس بت نے مجھے ہر بیان کر  
یہ کیا ہے کس نے پوچھا مجھے تم نصیحتوں کیوں

یہ کیا ہے۔ کیا کیا الفت اسکے دل میں گھر پیدا  
یہ کیا ہے کون بایا کر رہا ہے بے دہان کر  
خوشی معنی دار و سر پائے الم کیوں ہوا

وہ پوچھ تم سے ہم تصویر سے خاموشی فرجیا  
نہاویں تھیں ظالم حال ہم آشفہ حالی کا  
ستار کھا ہے قاتل تو نے جنگو اکٹانے سے  
قیامت کہ تجھ پر ہیں تو ہوں تجھاں ہو شیدا  
غصہ بہت است و رفت کی کئے خواب نشان میں  
غصہ بہت میں چھڑن باچھم و رشت بیا باں میں  
مجھے تو غم کی صحت ہو سوز و ساز سے مطلب  
غصہ بہت میں ہوں سرگرم فنا تیری جدائی سے  
غصہ بہت میں اڑاؤں ججیاں حریف گریبان کا  
قیامت کہ نہ میری چاہ کی کچھ قدر وانی کی

یہی موقع ہے باسط جو ہیں کہنا ہو کہ جا میں  
نتیجہ ہے شکر کسب یہ تیری پامالی کا  
ملا دے خاک میں نہی تو لگ جائے ٹھکاکے  
قیامت ہو تجھے نفرت ہو میرے نام سے پیدا  
سیر ہو شب تری آراش گیسو سے پچاں میں  
گر تو جلوہ گر ہو خوشدلی ہو بزم خواب میں  
تجھے ہو فرش گل پر شب کو خواب ناز سے مطلب  
تجھے مطلب تم سے ہو اور نعمہ سرائی سے  
تجھے تد نظر نہ بنتا ہوا پنے دور واماں کی  
قیامت کی۔ تھافل کمیں تو نے سرگرافی کی

سزاوار تر رحم ہو گیا ہے آج سہل بھی  
مری پرورد باتوں سے بہت روایہ قاتل بھی

مرے پہلو میں بیٹھا اور کہا طرفہ نکال رہا ہے  
 رو و رسم مروت اور مرے عاشق میں کیا جال  
 نشانے کو مرے تو نے عجیب صورت نکالی ہے  
 مجھے ایسا بھی موقع پیش آیا میں کیا جانوں  
 خدا شاید تری کلفت سے دل میں اور دبید رہے  
 تجھے تجھے کسی ہمدردی نہ اب اس طرح غم کھا  
 جدا ہو گئے نہ اب مگر نہ اب بچ و ام ہو گئے

سجہ ہی میں نہیں آتی ہے کیسی حکایت ہو  
 بھلا آئیں الفت اے مرے عاشق میں کیا جانوں  
 نسا کر داناں غم غصہ میں جاٹے الی ہے  
 کوئی عرض تنایوں نہیں لایا۔ میں کیا جانوں  
 جگر میں سوز پہناں لب پر کہہ ستر پہ اپنے  
 جنوں کو چھوڑ دے کیوں ہو گیا اکریا دیوانہ  
 مرنے آئی گئے باسط۔ قد دعاں اتیرے ہو گئے

## توبہ شکنی

دیکھ کر مست مجھے شیخ نے احسب رو چھا  
 ہنسکے میں نے کہا یوں کہنے کو کچھ آپ نہیں  
 سے گلو گانے بخت سے اظہر کا مزہ  
 ملقت ساقی ہوش تھا مثال مرشد

توبہ کیوں توڑی ہو بخت کوئی بات نہ تھی  
 یہ تو لبت نہ فرمائیں کوئی بات نہ تھی  
 لیلتہ القدی تھی کل اور کوئی رات نہ تھی  
 رحمت حق کا زمانہ تھا۔ وہ برسات نہ تھی

سُن کے یہ حال وہ چھینلا تو توبہ باسط نے کہا  
 صرف اتنی تھی کسر شیخ تری ذات نہ تھی

~~~~~

تصویر کے کرشمے

لغور بندھ گیا جس رخ روشن کا غارتیں
بٹھا رکھا ہے جس نے گئی ہر قیامت میں
گھبراہوں میں جھوم درویش عجمیت میں
پھنسا یا ہے دل بیتاب نے جھکواؤست میں
سکھائیں تو نے جھکوانہ و فریاد کی باتیں

دلایں یا تو نے اس تم ایک یاد کی باتیں
کھنی جاتا ہے آنکھوں میں جال یا فتنہ
لے لیتا ہے جان ہر ایک نماز اس عجزت کا
کہا جاتا ہے نظر دل میں صدم کے حسن کا خاکا
کھڑا ہے سامنے وہ دل کا مارا، مسمم آرا

فرسے آتے ہیں کیا کیا جھکواؤ عشق لاؤ یا لی سے
تصویریں ہیں باتیں ایک تصویر دنیا لی سے

سنگرام ہے پہلوئیں ہیں تیری بلائیں لیں
سراپا حسن کا پتلا ہے تو پتھر پر صید قے ہوں
چونو شیریں جو میں فریاد تو بلی کی اس مینوں
تری ایک ایک لہر پر جان کو دل کو میں ن مینوں
چلا خنجر گلے پر تیغ ابرو کے اشار سے

بہی ہے جان بڑاں چشم نفاں کے نظارے

تری تعریف کیا ہو جان کو تو حسن خوبی کی
پتنگی ہے تری ہر اک اداسے شان محبوبی
نزد تو ہے عالم میں مزلی کو تری شوقی
لب جہاں بخش دکھاتا ہے اعجاز سیکائی

زمانے بھر کی ہیں موجود تجھ میں خوبیاں کیا کیا

دل عشاق ہیں سراج تیرے عزبان کیا کیا

نقو رکی بدولت آج اسکو ہو ہو دیکھا جب آئے آپ میں کچھ بھی نہ پڑو ہو دیکھا
 نہ وہ جن جہاں آکر نہ باریا تیں خود دیکھا فقط ہنگامہ پروانہ و شمع ایک دیکھا

عجب حسرت ہم دئے عجب حسرت سے مڑ پادلی

سکون قلب لیکن اشکبائی ہو حاصل

اٹھا اور ایک چھوٹا سا لفظ جاکے آیا نکالا ایک کاغذ اور اس کو پیار سے چوما
 پھر اس کو اس طرح دیکھا کہ گویا دل کا کلچر تھا اُدھر اس پر نظر ڈالی ادھر میں ہائے کہ اٹھا

کوئی جا کر مری کہہ رہے بہت پیسے باتیں

نہیں تو بہت کر کرتا ہوں تھی تصویر سے باتیں

بہت پیاری ہو کو تو اے بٹنیہ یا رفتہ گر سبھل جانا ہے تنگ و کھیکریہ باسط سفسطہ
 نظر آئی مگر تصویر اک تجھ سے کہیں بہتر کھینچی ہے ایک نمانے سے جو اپنے صفی دل پر

جدا ہو زندگی میں اس طرح وہ اپنے سینے سے

کہ مرنے پر بھی جاسکتی نہیں لے لے گئے سے



من خوبی شناسم پیرانِ پارسا را

اے سوزِ عشق تو نے کیا کیا جلا کے مارا
باغِ جہاں کا منظر دلچسپ کس قدر ہے
آفتِ ہر قہر ہے تو ایسے پیرِ زال و دنیا
حسن و جمالِ تیرا نظروں کو کیوں نہ بھلائے
جی کھول کر نہ دیکھو تیری بہاراں
گمراہ کیوں نہ کر دین یہ ہوشاں عالم
روشن انہیں کے دم سے دنیا کی آبرو
وہ چشمِ مست و سیلوں جادو اثر لگا میں
آنکھیں جیسے ملی ہیں وہ کس طرح نہ دیکھے
حسنِ بتاں نے آخر وہ راستہ بتایا
سیاہ سے ہے بڑھکا کچھ دل کی بے قراری
حسنِ بتاں کے قفسے پڑھ کر میں کہہ رہا تھا

ہے رنگِ طور کا تو گویا کوئی شہرِ ارا
ممکن نہیں کہ اس سے بچکر کریں گزرا
انسان تو خیر انسان تجھے ملا بھی لگا
دکھش ہے دلبرِ باہو و دلسوزِ دل آرا
آنکھوں کو بند کر لے کیونکر ہو یہ گوارا
صورِ شب کی بھولی مکھڑا کیسی کا پیارا
خوشید رو ہے کوئی۔ کوئی ہے ماہِ پارہ
دل بھینے کو جن کا کافی ہے اک اشارہ
ابرو ہیں انکے ماہِ شوال کا نظارہ
اٹھ کر حرم سے نہا ہر بھی دیر کو سدا
داماںِ صبر جس سے ہو جائے پارہ پارہ
کہنے میں دل کے باسطِ آفا نہ تم خدا را

ہو کر کسی کا عاشق۔ دلِ مجھ سے کہہ دے

من خوبی شناسم پیرانِ پارسا را

~~~~~

## پروانہ جانناز

مرے جانسوز پروانے ترے آزار کے صدمے  
مرے جانناز پروانے ترے اطوار کے صدمے  
مرے دلگیر پروانے ترے میں پیار کے صدمے  
مرے ناشاد پروانے ہوا دیار کے صدمے  
ذرا سی جان تیری: دھوم تو نے بزم میں اڑی  
زمانے کو دکھائے تو نے آئینِ جواںمردی

سراپا شوق ہو کر بزمِ خواب میں تو کیوں آیا  
غمِ داندوہِ حرام کا تو لشکرِ ناسخ کیوں لایا  
پند آئی تجھے کیا بات آخر کیا تجھے بھایا  
ترے دل کو کس کی آتشِ الفت نے گرمایا  
تجھے کس شعلہِ رو کی تو سرِ محفل لگا لائی  
کہاں سے آرزوئے دیدیوں تجھ کو اٹا لائی

کیسے سوزِ الفت ہو تو تجھ سے سوزِ الفت ہو  
طبیعت ہو جو وارفتہ تو تیری سی طبیعت ہو  
محبت ہو جو پروانے تو تیری سی محبت ہو  
بلائے عشقِ صادق ہو تو تیری سی محبت ہو

پیر پرواز اگر کہیں تو تیرے پر کو ہم سمجھیں  
سرِ شوریدہ جو کہیں تو تیرے سر کو ہم سمجھیں  
چھپائے سے نہیں چھپتیں نگاہیں زلفِ الفت کی  
اچھپائے سے تر جانی ہو قی ہوا ز محبت کی  
دکھائی ہیں جھباک دنیا کو یہ رمزِ حقیقت کی  
اشاروں میں بتا دیتی ہیں یہ حالتِ طبیعت کی  
سراپا سوز ہو کر یوں تو لے دیو لے کیوں بیچا  
سوئے شمع جہاں افروز ہے پروانے کیوں بیچا

بتایا تو نے پروانے ہنسیہ ناز ہو جانا  
دکھایا تو نے اے پروانے سرا فراز ہو جانا  
سکھایا تو نے پروانے ہمیں جانناز ہو جانا  
سراپا سوز ہو جانا سراپا ساز ہو جانا

فنا فی العشق ہو جا نام سے پروانے تو سمجھا

تقا صلیے جنوں عشق کو دیو اسے تو سمجھا

دہی تھی تیرے سینے میں کچھ ایسی شمع کی گری سہرا سوز تو خود ہو گیا وہ آگ تیرے بھر کی

حنیا باری لپٹ آئی کچھ ایسی شمع روشن کی کہ جھکے سامنے محفل کے تو نے جان ہی پیری

عقرب کی آتش الفت تھی تیری لمبی روانے

کیا بہ نام تو نے عشق کا محفل نہیں کھولنے

جنازہ بلبل شیدا کا کب لکڑا رستے نکلا بھلا کب فتنے نجدی دا دی مغل سے نکلا

کہاں فرما و مر مر دامن کہ سارے نکلا کبھی جا نیا ز پیر و اندہ نہ نرم یا رستے نکلا

گر آپا سنے صنم پر یک بیکے بالی پر ہو کر

لپٹ کر رہ گیا اسے شمع محفل بے خیر ہو کر



## نگاہ ناز

کیا چیز ہے اسے شہ رخ تری نرگس چار  
میرتا ہے دل و جاں کمر اکافر و بنیدار  
کافر کو نہیں دیر و خرابات کی پروا  
زاد کو نہیں قبلہ حاجات کی پڑا  
بخیو دے ہیں رنجور سے ہیں محو لفظا  
کھینچے لئے آتا ہے ان آنکھوں کا اشارہ  
آنکھوں میں تری یار کہ جام سے گلگوں  
چلتا ہوا جاوہر ہیں کوئی سحر کہ افسوں

کس چیز کو دوں چشم سیہ نام سے شبیہ  
گردش کی جو ہو گردش ایام سے شبیہ

ماں کہ ہے جہان تک بھلی آنکھوں کو لڑھیں  
ڈھاتی ہیں مگر طرفہ غضب انکی نگاہیں  
یہ شہرہ آفاق ہیں جاوہ اثری میں  
سرتی ہیں قیامت یہ عجیب بھیری میں  
معلوم میں مجھ کو تری دلدوز نگاہیں  
آنکھوں میں پھر کرتی ہیں جانسوز نگاہیں  
کیا بات ہے اویار ترے تیر نظر میں  
اک ساتھ تر جانا ہے دل رنجو میں  
ہے کام نظر کو تری ناوک فلکی سے  
در آئے ہیں کب کم ہے یہ بھیگی کی آبی سے  
عاشق کو جلا دیتی ہے اقرار سے اپنے  
یا جان ہی لے لیتی ہے انگار سے اپنے

ان نظروں نے اچھے کئے سمیا بہزاروں

بسل کے صدار جگر افکار بہزاروں

اسے شوخ وہ دزدی نظر پھر ہو بھندار  
باسط کی تنہا ہے دکھا پھر وہی انداز  
ہر بات سے سر شایع پڑ کعبہ عیاں ہو  
یہ شعر لصد بوش مرے درد زباں ہو

دزدیہ فلک زہین از ناز نگاہ ہے

قربانِ نگاہ تو شوم باز نگاہ ہے



## خواب ناز کے بعد

قیامت ہو وہ بھی نیند سے ہستیا رہتا  
غضب ہو فتنہ خوابیدہ پھر بیدار ہوتا  
دل بسمل ہدف بنے کو پھرتیا رہتا ہے  
نگاہ شوخ یہ کہتی ہے۔ بچیا۔ وارہوتا ہے

مزه پہلی نظر کا عاشق سمیا رہے پوچھو

ادان مست آنکھوں کی گئی تھوڑا سو پوچھو

سکون تھارات بھل بھری ہو نا دل لاری  
بدلت ہوا دل مضطرب ہی وقت جان بازی  
بلا کی چشم فداں کر ہی ہے مست نہ پروازی  
نہ پوچھو کچھ قیامت ہو ان آنکھوں کی فتنہ بازی

غضب ہو ان لگا ہوں کس کا سا منا ہونا

جنہیں بڑھ سکھاتے ہیں کہ ہاں تیرے منا ہونا

مٹانے کا نہ چھوڑا نائے اس بے کوفی پہلو  
جگایا مل کے آنکھیں دنگس سمیا رکھا جاو  
سمت کر پھر بڑا انگڑائیوں وہ قلوب جو  
قیامت کی طرح کس ناز سے اٹھتے خوش

اتنی سامنے میرے کھڑا وہ تر قیامت ہے

مری آنکھوں کے آگے یا کوئی پر پائیا

خدا آنکھوں کا کل دھوں پر پر نہانے سے  
طبیعت اپنی بہلاتا رہا آئینہ خانے سے  
سنوائے بال اپنے بھیگے ظالم نے شانے سے  
دل عشاق نہ لہو سے نکالے اس پہانے سے

اسیر نہ لفا ہوتے ہیں کہیں آزاد کیا کہنا

تر سے اس بھولے پر ن کا اوسم ایجا کیا کہنا

عجب عالم ہو آئینے میں اس لہٹ پریشاں کا  
قیامت ہو لاکھ تھنہ کھلا ہو ہنستاں کا

بہت منوں ہوں اس شرح کی ہر جہم فدا کی کہ جس نے حال کیا غور سے چاہہ زخموں کا  
 یہاں بھی سینکڑوں ہی عاشقوں کے لئے دل دیکھے  
 ہزاروں خانماں برباد۔ اس ہما پادہ گل دیکھے  
 شفق پر آئینے میں یا بچہ گلنار کا پر تو قیامت ڈبار کیا ہے زلفِ عمیر بار کا پر تو  
 ہلالِ حمید ہے یا بروئے خسار کا پر تو خدا کی شان پر اس صحتِ خسار کا پر تو  
 نظارہ کر رہا ہے اپنے وہ دوسے کتابی کا  
 عمل ہے یہ بھی اک عشاق کی خانہ خرابی کا  
 رہا آئینہ خانہ میں وہ پہروں محو آسائش ہوئی زلفِ رسا کو دل پھینا لینے کی دہمک  
 قیامت کا منورہ بنگی جب شانِ زیبائش اٹھا وہ خندان آئینہ خانہ سے بہ آسائش  
 اٹھی نیز اس کا فریے دل میں کیا سما ہے  
 ہزاروں خون کرنے کا یہ بڑا کیوں بھلا ہے



## ”ہولی“

ہولی تین دن بھونک رہی ہو۔ دوڑ بھی گروہا رہی دل بھی بڑے ٹکڑے ہو اور زخمِ جگر بھی کاری ہے  
 باؤ کیل بھییل رہی ہوں ساری ڈوبی ساری خونِ تمنا رنگِ بنا ہے نہ نکھوئی بچکاری ہے



## دل افسردہ

ہاں اسے دل افسردہ ترے سونے کے صدقے  
 کیا بات ہو کیوں پہلی ہی باتیں نہیں باقی  
 کچھ ایسا تو افسردہ ہے کچھ ایسا حویں ہے  
 خنہ تھا شگفتہ تھا کبھی گل کی طرح تو  
 چلتے ہوئے فقروں کا ترے رنگ ظرافت  
 نفرت ہوئی کچھ ایسی تجھے اہل جہاں سے  
 لب پر بھی آتا ہے تو بس ایک ترانہ  
 پھر گئی تو ہر اک حال میں ہزار ہے میر  
 دنیا کے علائق سے عرض خوب پھر آیا  
 اس غاشی و ضبط غم اندوز کے صدقے  
 الفت کی محبت کی وہ گھاتیں نہیں باقی  
 شک ہو تا ہے پہلو میں مگر ہے کہ نہیں ہے  
 رہ رہے چمکتا بھی تھا بلبل کی طرح تو  
 زار دے نہ شوخی ہے نہ واسطے شہر زار  
 باقی نہ رہا لطف کوئی نہ مہم تباں سے  
 بے ہر دو عالم کا سنا تا ہے فسانہ  
 ہمدردی غمخوار ہے دستان ہے میر  
 جلوت سے اٹھا کر مجھ جلوت میں بٹھایا

اجباب مبارک ہو ہمیں نرم طرب خیز

درجہ نعل خود را ہمدہ ہمچو منے را

افسردہ دل افسردہ کندا بجھے را



# دل در آشنا

ایک ماہ سے یوں ہی رہا کہ وقف اضطراب تجھے پوچھے کوئی روز کجا لطیف بیچ و تاب  
گر گوش ایام نے سپا کیا یہ انقلاب تجھ کو کہتے ہیں دل ویراں دل غار خراب  
کاش رنجوں سے تو اسے دل اس طرح اب چور ہو  
دروہن کن ترپنے سے بھی تو غبور ہو

صنعت خالق ہے تو ترکیب کب گل ہو تو میری آسانی کی ہے بنیاد مشکل ہے تو  
اس سے کیا خبر تو زخمی ہو تو بل ہو تو شاعر خوشگو کو جس پر ناز ہے تو دل ہے تو  
کیوں خوشی کے نام سے اسکو ہوش منگی  
غم کو باسط جانتا ہے مایہ صمد زندگی

اے دل درو آشنا حسرت پرست ایند اطلب صرف سو عشق جاناں وقف صبر و تپا  
لاکھ پیر چرخ نے توڑے تم کو اسے غضب طوف تری صبر تیرا ضبط تیرا ہے عجب  
چوٹ پر کیا چوٹ تو نے عشق میں کھائی نہیں  
تیرے تھوڑے ہوئے لب تک صدا آتی نہیں

سو نہ تیرا غمض ہے بیخبر ہے سارے ذوق بے مال و پری نے کھو دیا راز سے  
حال کچھ کہتا نہیں تو مجھ سے بھی ہمارے اس قدر کھٹکا ہوا ہے رخنہ غماز سے  
آشنائے دروہنوں نا آشنائے دہر ہو  
ہائے میں کھاکر دل اور تجھ پر ایسا تہر ہو

کون ہے وہ شمع خوی جس کا تو پروانہ ہے کونسی لیلیا ادا ہے جس کا تو دیوانہ ہے

جام الفت پی چکا ہے بخود مستانہ ہے تو بہ تو یہ کیا کہوں مشرب نرا زندانہ ہے  
 ہاتھ میں بنگو لیا کس ساتی گلغام نے  
 بچہ پر اپنا سایہ ڈالا بہت جو دور جام نے

## ”نہیں“

اسے ”نہیں“ بنگو عجب فتنہ دوران دیکھا  
 خون حسرت کا تمنا کا بہانے والی  
 سننے والے کو ترسے سر بگرمیاں پایا  
 کبھی ظاہر ہوئی تو تیر ویناں کی صورت  
 کبھی در پردہ نمایاں ہوئی زان کی صورت  
 غمزہ چشم کی صورت میں کبھی تیر وینا  
 جنبش سر سے مقرر کبھی پہنچان لگنے  
 لب لعلیں کے بتسم میں نہاں ہوتی ہے  
 ماہ کنعان کے تود و آہن میں کبھی چاک بینی  
 کبھی ظاہر ہوتی تو چہیں جہیں کی صورت  
 جان ایوا ہے یوں ہی پردہ تحریر میں تو  
 خون دل کرتی ہے جس رنگ سے تفریق

آج ہاں آج مگر حسن رقم سے نکلی  
 گل کہلاتی ہوئی باسط سے فلم و نکلی

## نامہ محبوب

اے خط محبوب شیخ و شنگ نظام ختمہ گر  
روح پرور روح آفسزائے مگر تیرا اثر  
جان لیوا ہو گیا تھا تیرا کافر انتہا  
ہیں خط نگوار سے بڑھ کر ترے نقش و نگار  
کیوں نہ ہو تحریر معشوق جہاں آ رہے تو

کم نہیں تیری سیای بھی سوا چشم سے  
دغم دل کہتے ہیں میں ہنس کر جگر کے توخم سے  
تو بیاض دل باگیا احمد کا نور ہے  
یہ ہمارے حق میں بیشک مرہم کا فو ہے  
کس زبان سے یہ کہے کوئی کہ ناکا وہ ہے تو

نامہ بر کے ساتھ تو نے کیوں لگائی آئی زیر  
کجروی تیری بنی نظام میری نعمت کا پھیر  
اس کچھ سے چلے آئے میں کیا دوسرا کشتا  
شہروں شہروں کیوں پھر آنا تو میرے پاس  
یہ تو خواجھی نہیں تیری کہ آ رہے تو

دل تو ظالم کہہ رہا ہے پار کی تحسیر کو  
ہاں کہیں بہتر ہے میں اس دل بیا نصیب کو  
نامہ محبوب بیشک نامہ دبیر کہوں  
بیرخی حسن جاناں کا اگر دستبر کہوں  
جانتاں ہے اس سے کیا کچھ تو نظارم کو تو

قائل رفعا کا تو آخری شہر مان ہے  
باسط ناکام کی تجھ پر نصیب جان ہے  
خیر ممکن ہے زمانے میں تیرا نعم البدل  
محباب شاہاش تو لایا تو پین ام اہل  
بس اسی خاطر تو مجھ کو جان سے پیار ہے تو

## ”مزارِ لیلیٰ“

اک زمین تو جانتی ہے کس کا ہے تجھ پر اُڑا کس کی مشت خاک نے بختا ہے تجھ کو افتخار  
موت نے تجھ سے کیا ہے آج کس کو نہ کھنا یاد رکھ ہے دفن تجھ میں اک حسیں دلہن کا

اک لمحہ آغوش میں تیرے حرم میں لیلیٰ نہ ہو

دیکھنا اس کا کفن بھی حشر تک میلانہ ہو

گوڑ جی کی سچ بچی وہ امانت سو نہ پی خانہ تار یک کو اک لہ طلمعت سو نہ پی

خاک کے پرے سے کوئے غنائی کی دولت سو نہ پی سو نہ پی اور تیرے تجھ کو تاقیامت سو نہ پی

منتظر لیٹی ہے وہ افسوس بانگ صو کی

کھولے جنت کا در و کھلائے صو رجو کی

پاک پلن صاف طہنیت او سر پا پاکباز لطف و نیا سے ہی و نیا میں رہ کر بے نیاز

راہ عصیاں سے رہا تیرے قدم کو اقتراز الفت خالق کا تھا دل میں حقیقی سنو و ساز

پھر بھی وہاں پر جو تیرے مائے کوئی طالع ہو

رحمت خالق سے وہ کھل کر شگفتہ باغ ہو

مائے اس عہد جوانی میں یہ کیا دل میں ٹھٹی سوز پہناں سے مقرر جان پر تیری مہنی

بتری وہ آواز درد انگیز وقت جا کھنی کان سے جو دل میں تیری بنگے بھر چکی آبی

مضطرب دل ہے پریشاں خاطر ناشاد ہے

بائے وہ دم توڑ تا تیرا بھی تک یاد ہے

خاک کے پرے میں پہنا ہو گیا تجھ سا بن نام سے تیرے تھا روشن جس خوبی کا نہیں

بند ہے کنج لمبیں آج چشم سر نکلیں اٹ گئی ہے خاک سے سب تیری لعلیں

یہ اجل کمبخت کیا بیٹی تیری تاک میں

ہائے تجھ سے ہم پیکر کو ملا یا خاک میں

موت سے کرنی نہ تھی اس طرح سیر کوئی تھی اس طرح زیبا نہ تھی انوس ماہوشی تجھے

ہائے یہ بیوقوف کیا لازم تھی روپوشی تجھ یاد رکھنا تھا مگر عجب وفا کوئی تجھے

اس جہاں کو چھوڑ کر تو اس جہاں میں ہوئی

کچھ تو کہہ درس محبت کیوں پڑا کر سوتو ہی

مازہ انداز عروس دہر فانی اب کہاں موت سے بدتر ہے لطف زندگانی اب کہاں

کچھ گیاد دل ہائے لطف نوجوانی اب کہاں حسن کی اور عشق کی دلکش کہاں فانی اب کہاں

یاد حق سے اس جگہ کو آج نورانی کروں

بیٹھ کر تیری لمحہ پر فائدہ خواتی کروں

انقلاب ہر دیکھ اسے باسط شیریں سخن بیج ہے یہ دہر فانی بیج ہے رنگ چمن

پیریں پہنے عروسی کا نہ جو گل پیر ہن مرگ نامہ نگام پہنا سے اسے اچھا کفن

پھول تو دو دن بہار جانفزا دکھلا گئے

حسرت اُن غنچوں پہ ہے جو بے گھٹے چھان گئے





## عرض مدعا

سنئے انداز کی یہ داستان ہے غور سے سن لو  
 بہاری اس جہاں کچھ عجیب جان بخش لذت ہے  
 مزہ ہے مرنے مرنے اشتیاق دیدہ بجائے  
 محبت کا جو حق ہے ہم ادا کرتے ہیں رو رو کر  
 چھپانا مل دنیا سے نہ میرے خون ناحق کو  
 بہارا کام یہ ہے کام لو بہار کتنا فاضل ہے  
 ذرا سا دیکھ لینا پسندے ان تر بھی لگا ہو سکے  
 بہارا ظلم کیوں ہو غیر یہ رشک کی جا ہی  
 کبھی جتنیاب ہو کر میں جو مرنے کی دعا مانگوں  
 ہمارا مدعا یہ ہے ہماری عرض اتنی ہے  
 مزہ بیگی مجھے محض میں بیگانہ وشی کیا کیا  
 انکار کھنا نہ کوئی بات اپنے حسن کا صدقہ

مزہ آتا ہے باسط کو بہار سے ظلم پیہم میں  
 اسی سمجھت پر اس ابتلا کی انتہا کرنا



## فراق

ہر گھڑی دیر زبان رہتا ہوا ب نام فراق      ابتو تو بکھ لی۔ بکھوں کا انجام فراق  
خوب ہو سایہ فگن و لذت سیہ نام فراق      ہستم لے باسط ہم آغوش دلا رام فراق

آمد ایس شام جوانی صورت شام فراق

دل میں ہیں سوطح کے بیچ غم درد و اطم      نند چہرہ ہو گیا ہے خشاک لبیں حشم ہم  
زندگی کے ہر نفس کو جانتا ہوں مستشتم      او غم دوری جانان تنگ باجانی دم

من نہ اقم چون بسر بردن زایم فراق

اب کہاں سخن چینی۔ لطف بہار جانفزا      اب کہاں پہلو میں وہ محبوب ہنوس سرفزا  
اب کہاں ہو سانس وہ سانی نازک ادا      ساغر زین کجا آں بادۂ گلگون کجا

چیر کتم از خون دل خون جگر جام فراق

ہے زمانے کو تغیر منقلب ہے روزگار      ناقیامت لازمی ہے گردش میل و نہا  
رنگ صبح و شام کا ہرگز نہیں کچھ اعتبار      یادایا میکہ صیادم بود مرغ وصل یار

حیف اکنوں صیگہ شتم خود تہ دام فراق

میں شکایت کے لئے کھو لوں کیا کہوں بل      غم کے ہاتھوں نام کو باقی نہیں تباہ توں  
جان ہی لے لیا گیا میری ہائے ظالم آسمان      الاماں از جو چرخ فتنہ پرور الاماں

پارہ پارہ می کنند دل را بہ مصداق فراق

کارزار عشق کا ہر بحر کہ ہوتا ہے سخت      ہمیت عشاق پر مروتوں ہے فتح و شکست  
کہہ رہا تھا جیجی دی میں یوں کوئی سر پرست      لذت و احساس در و پیر باسط در دلست

از زبانی نیست ممکن شرح آلام فراق

## پیام عاشق

پھر باد صبا سنے میں سیمار محبت ہوں      مرا پیغام لیتی جا۔ گرفتار محبت ہوں  
 خطا میں کیا کہوں اپنی خطا کا محبت ہوں      ہیں خود اقبال کرتا ہوں گنگا محبت ہوں  
 بیاں کہنا وہاں یوں مجھ پریشان دل کی صورت  
 دکھا دینا میں پر سیرۂ پامال کی صورت

مسلم تھی زمانے میں کبھی فرزا لگی میری      ہوئی ضرب المثل اس عشق سے دلوا لگی میری  
 غایاں اہل محفل پہر ہوتی بیگانگی میری      کہ شمع حسن پر موقوف ہے پروانگی میری  
 ہو سرگوشی محفل کی لیکن کچھ خیر مجھ کو  
 انہی جل کے مرجانا ہے مد نظر مجھ کو

کہا ننگ حال تو پوچھے گی تاکام محبت کا      کہا ننگ سال میں تجھ سے کہوں نئی صحبت کا  
 مجھے محنوں کے دیتا ہوں غم شہاؤ فرقت کا      عیاں ہے حبیب و اوستا تھا میری خوشیت کا  
 عبث ہے ذکر نام و ننگ۔ رسوا زمانہ ہوں  
 خلاصہ یہ کہ میں تیر ملامت کا نشانہ ہوں

کیسکو مرد الفت تجھے اب صلاح نہیں باقی      کوئی معذور باقی ہے نہ کوئی ہمشین باقی  
 ستارے کو فطرت پر ہے یہ چرخ بریں باقی      ستم ہے کہ پہلو میں دل اندو گیس باقی  
 مگر تجھ کو محبت اسکی ہے باقی نہیں باقی  
 یہ صورت سے کہ اب صورت می دیکھی نہیں باقی

غضب ہے بیکی میری کہاں سے نام نہ لڑوں      کہو تو کوئی خطے جانے کو آخر کہاں لڑوں  
 زبانی حال میں کس سے کہوں ہاں کہو نہ ہاں  
 تجھے دیکھا تو بسوں نے کہا تجھ سے ہی کہہ جاؤں

ٹھہرا دھبا سن لے۔ مرا پیغام لیتی جا  
 بھلا ہو گا۔ دعائے عاشق ناکام لیتی جا  
 نہیں کہتا ہوں میں تجھ سے نفاصل کا کا کا کرنا  
 نہیں کہتا ہوں تجھے شکوہ جو جو جفا کرنا  
 بلا میں زلفت کی لینا لگے ملنا۔ دعا کرنا  
 میں کیا بتلاؤں اسکو ہر یاں پانا تو کیا کرنا  
 قصور اس میں نہیں ٹھہریگا اکرا دھبا  
 سنا دینا جو کہتا ہے دل درد آشنا سیرا  
 جفا کاری جفا کشی جفا کوشی یہ یوں ہی  
 بھلا یا ہے اگر تجو۔ فراسوشی رہتے یوں ہی  
 دعا ہے۔ بادۂ عشرت کی ہوشیاری یہ یوں ہی  
 جواب نامہ کیوں بھیجیگا۔ خاموشی پہنچے نہیں  
 نہیں ہوشیاری لیکن اس گھڑی بھی آہ کرے کی  
 خیر میں پائیں جب بادھبا وہ میرے مرے کی



## محبت

حرم میں دہریں چلتا ہے وہ جامِ محبت ہو      ہر اک شیخ و برہن باوہ آشامِ محبت ہے  
شہنشاہ و گدائے بے نوا آرامِ محبت ہو      جنہیں معلوم کیا نامِ خدائا نامِ محبت ہے

زباں سے اہل دل کہہ کرے خرسند ہوتے ہیں

محبت ہے جو شیریں ذکر سے لب لباب ہوتے ہیں

دلِ عاشق سے پوچھے ہائے کوئی سخنِ غزل کا      دلِ مجنوں سے پوچھے کوئی سودا و زلفِ لیل کا

دلِ خزاں جانے حالِ شیریں سے دلِ آما کا      فنا نہ بھول سکتا ہے کہیں عشقِ زلفِ لیل کا

محبت کیلئے لازم یہی ہے غرضِ عالی ہو

پے خونِ جگر ساقی کی نقو پر خیا لی ہو

اثرِ سحرِ محبت کا نہیں ہے صرفِ انساں پر      تسلط اس نے پایا ہے جہاں میں قلبِ حیوان پر

اگر کبک وری صدرِ حق ہوا ماہِ درخشاں      گنوا فی جاں پرٹلے بھی شمعِ شبتاں پر

کسی نے ہائے یہ طرحِ محبت کس طرح ڈالی

زمین ہو۔ آسماں ہو۔ اسکے جلوے کو نہیں ٹالی

حبیبِ موت کا ناہی کی خاطر جامِ اچھا ہے      سمندر کے لئے وہ آتشیں گانغامِ اچھا ہے

رگِ گل کا اگر بلبیل کی خاطر دامِ اچھا ہے      پتے قمری چمن میں سر و خوش اندامِ اچھا ہے

محبت کی غلامی کا گلے میں طوقِ رہتا ہے

ہمیشہ نعمتِ حق سترِ کافور کا ذوق رہتا ہے

نہ پوچھو حالِ تم بدشا کا کامِ محبت کا      کہ حید جاں بلب باسط ہوں میں نامِ محبت کا

نہ پھیرو تذکرہ اللہِ ایا مِ محبت کا      مری صبحِ محبت کا مری شامِ محبت کا

مردی پہلو میں پہنا ہوں دل ناکام کے ٹکڑے  
یکجے سے لگائے ہوں گتہ جام کے ٹکڑے

## شمع

شمع محفلِ سن کے جالِ زاریہ روئی رہی      آنسوؤں سے منہ بھری غل میں ہر ہوتی رہی  
فتوڑی فتوڑی اس غمِ جانکاہ سے ہوتی رہی      سر بہت تنہی ہی جانِ حزیں کھوئی رہی

پھر کیا پروا جاننا زسے رو کر خطاب

ای سر اباے پیش اسے میرے در و تھانہ

تجھ سے بڑھ کر حکو تیرا شمعِ تیاق دید ہے      شام سے جلنا مرا اس بات کی تائید ہے

رات بیری کیا ہے گویا جگمگ روز عیا ہے      میرا جلنا تیرے جلنے کی گھر تہید ہے

کون نکلا شام کو پہلے تلاش یار میں

دیکھ کتنا فرق ہے میرے ترے آئین میں

جان دینے میں اگر تو اس قدر مدیا ہے      آفرین بہت کو لیکن کس لئے غمناک ہے

جل کے پل الائنوں سے تو سر اس پر پا ہے      سرمہ نو نظر اکیر تیری خاک سہ ہے

ہو فنا فی العشق تو عاشق کا بیڑا پار ہے

اپنی ہستی کو مٹا دینا ہی وصلِ یار ہے

یاد رکھو نہ ازل ہی مجھے تیری لگن      میری دلسوزی کی شاہد ہے میری آہن

آتش الفت سے میرا جل رہا حق بدن      کہہ گیا ہے ٹھیک کوئی شاعر شیرین سخن

عشقِ اولِ صولِ معشوق پیدا میثود

تانسود شمع کے پروا نہ شیدا میثود

## راز و نیاز

(پروانہ)

آگے محفل میں کہا پروانہ جانباز نے شمع میوڑاں مجھ کو بھونکا ترے سوز و ساز ہے  
جان میری لے لی تیرے دلربا انداز نے ناز برداری سکھائی مجھ کو تیرے ناز نے

حسن دل افروز نے تیرے یہ دیوانہ کیا

مجھ کو شمع جانفزا اور محبس کو پروانہ کیا

کون دینا کو کہے یہ پردہ خطبات ہے روز روشن سے بھی بڑھ کر تیرے دم و سرات ہے

نور گستر عہد عالم میں تیری ذات ہے واہ کیا کہنا تر کیا بات یا کیا بات ہے

میں تقدق جان و دل سے شے جلوہ بار پر

چاندنی چٹکی ہوتی ہے ہر در و دیوار پر

تیری نظروں میں کوئی اپنا نہ کوئی غیر ہے جلوہ افروز حرم و روش فرمائے دیر ہے

دوستی مومن سے کافر سے نہ کوئی بیر ہے فیض تیرا عام ہے تو تو مجھ خیر ہے

رات بھر جلتی رہی لیکن وہی اک نور ہے

جس جگہ روشن رہی تیری برابر حضور ہے

ٹوٹے پھوٹے گھر میں تو شاہزادے ایوان چلی بزم عشرت میں جلی تو بزم خواباں میں جلی

حلقہ دہاویں تو بزم زنداں میں جلی محفل ماتم میں تو گور غریباں میں جلی

فیض پہونچانے سے کہے شمع تجھ کو عار ہے

ہر کون ناکس کی خاطر ہر طرح تیار ہے

عابدوں کو فیض پہنچا تا تر دستور ہے ہاں گنہگاروں کی خاطر بھی تجھے منظور ہے

تو طرفداری کرے یہ بات تجھے دور ہے ادنیٰ و اعلیٰ اسے حصہ میں برابر نور ہے

رات بھر اچھا بُرا کیا دکھتی رہتی نہیں

ہے زباں لیکن کسی کار از تو کہتی نہیں

میری پیاری شمع تو بیشک سر پا نور ہے ہاں میں سہا تو کسیکا جلوہ مستور ہے

برق سینا میری خاطر تو چراغ طور ہے میں کوئی سوئی ہوں جل مرنا چھ منظر ہے

مجھ سے پوچھے تو یہی ہے ایک دلاز زندگی

سوز الفت میں جلا دوسے اپنا ساز زندگی

میری الفت کو لگو تو کڑا قاتی ہے کبھی جھکو تڑپا قاتی ہے ظالم تو ستا قاتی ہے کبھی

پردہ فالوس میں تو بیٹھ جاتی ہے کبھی دور ہی سے جلوہ عارض دکھاتی ہے کبھی

سامنے مستوق ہو۔ عاشق مگر مجھ پر ہو

کھیلنا ہو جال پر۔ قدیوں سے لیکن دور ہو

میں شریک بزم تیرا ہر جگہ ہم دم رہا جھکورو تا دیکھیں خود بھی وقت غم رہا

کیا کہوں گریاں رہا۔ با دیدہ پر غم رہا دم ترا بھرتا رہا جیتنا کہ دم میں دم رہا

بعد جل مرے بھی الفت دم ہی دل میں رہی

میں نہ تھا تو خیر میری خاک محفل میں رہی

صاف روشن ہے کہ مجھ کو عشق کا آثار ہو میری صورت سے گرتو طر حیران رہے

وصل سے میرے تجھے کس واسطے انکار ہے چھونک دینے کیلئے کہوں ہر گھڑی تیار ہے

میں نہیں کرتا ہوں تجھے بیخ کا کچھ گلا

اتنا کہدے کیا ہی ہے سوز الفت کا صلا



## حسرت دید

سیا دیکھ لے اگر نہایت حال اتر رہے      خیر تجکو نہیں ہوتی۔ لبوں پر جان نہ نظر ہے  
تن لاغر کی یہ صورت ہو گویا تار پتر ہے      سر بالیں وہ ہنگامہ بپا ہے رشور خسر ہے

و نور غم سے کیا کیا مٹوں غم خوار مٹتے ہیں

عبرت ہے ذکر انسان جب وہ دیوار ٹٹتے ہیں

عیادت کو مری اک خلق آئی تم بھی آ جاتے      نگاہ کیف پرور سے مجھے بخوبی مٹا جاتے  
یکب کہتا ہوں تم کچھ سنو کہتے اور چلا جاتے      فقط اتنی تمنا تھی مجھے صورت دکھا جاتے

یستر گروم آخر ہتھاری دید ہو جاتی

خدا شاہد ہے مرتے مرتے مجھ کو عیاں جاتی

بہت مضطرب کئے ہے درو دل درو جگر مجکو      ڈوبو گی ہتھاری یاد میں یہ چشم تر مجکو

غضب ہو ہوش ہی آتا نہیں دو دو پر مجکو      یہ عالم بخودی کا ہے نہیں اپنی خبر مجکو

مگر جب ہوش آتا ہے ہمارا نام لیتا ہوں

اگر کچھ مانگے آتے ہیں کچھ مقام لیتا ہوں

سر بالیں ہزاروں ہیں مجھے ہر آرزو تیری      معطر ہو مشام جاں صبا لے آئے کو تیری

مگر صورت نظر آتی نہیں ای خبر تیری      مگر صورت نظر آتی نہیں ای خبر تیری

نہیں کہتا مجھے تو نہر دیتا یا دا دیتا

مگر سس نہیں کے تو اپنے ہی ہاتھوں پلا دیتا

مصیبت دل کو ہر آفت ہماری جان ہستی ہو      بیاں ہو کس طرح تجھے جو حالت اپنی ہستی ہو

ہمارے دیدہ پر خم سے نہرا شکابہرتی ہے زبان حال سے لیکن نگاہ یاس کہتی ہے

دم آخر پلا دسے شہریت دیدار مرتے ہیں

خبر لے اومسیا اب ترے بیاد مرتے ہیں

دائے رنج کو کچھ تو ہو گی ہنسا کو مجبوری مگر ہم سے بتائے کون آکر وہ محذوری

ہو یہ حسرت دیدار اگر ہوتی نہیں پوری دوائے گم نہیں اٹھتا ہے ظالم پردہ دوری

دم آخر بھی کب ہم شکوہ ہب ادرکتے ہیں

نہیں کو یا ادرکتے تھے نہیں کو یا ادرکتے ہیں

ہماری جان نکلے گی مگر مشکل سے نکلے گی صدائے ماتم و شبنم بھی محض سے نکلے گی

نمائندگی سیری نہیں اپیل سے نکلے گی کہیں یہ لمبی پردہ دلشین محض سے نکلے گی

زبان سے اب تنہا رانا بھی کم کم نکلتا ہے

خبر تم کو نہیں ہوتی ہمارا دم نکلتا ہے

وہ میری نبض ڈوبی وہ گئی تاب تو اس سیری ہوئی جاتی ہے آخر بنا وہ دیکھو رباں میری

ہو غاموش وہ لب پہر گئیں وہ تلیاں میری وہ دیکھو مال پر واز نہ ہے روح رواں میری

ہوا لبریز وہ دیکھو ایاز زندگی میرا

وہ دیکھو بچہ گیا آخر چراغ زندگی میرا



## پیسے کی کوک

سکھی دیکھ برکھا کی رت آگئی      مرے سر پہ کالی گھٹا چھا گئی  
 یہ کالی گھٹا بھی ہو کیا شکار لگ      جسے دیکھ کر برج باسی رہ گیا  
 مجھے کیا جوڑتی ہے تھی بہار      پیاجیب نہیں پاس کتنی بہار  
 تڑپ کر وہ کجلی بھی تڑپا گئی      مری جان ہو نٹوں پر آگئی  
 ہے دینک سے بڑھکر پیسے کا لگ      ارے لگ گئی میرے ہر شے میں لگ  
 نہیں جھوٹا اس میں بنا دی سکھی      یہ سچھی ہے پانی بڑا نیر وئی

کلیجے میں اٹھتی ہے رو رہ کے ہوک  
 مری جان لے گی پیسے کی کوک

کہیں دیکھتی ہوں میں کھپے گئے      کہیں میں منٹوں میں جھولے پڑے  
 کوئی سٹھی جھوٹے پر کرتی دکھیل      کسی نے کیس کو دیا ہے ڈاکیل  
 سناتی ہے کوئی جو سافاج گیت      رلاتی ہے مجھ کو رے پی کی ہیت  
 کہیں سے رہی جو کجلی بہار      مگن ہے کوئی - کار بھی آگلا  
 مرزہ کر رہے ہیں منڈیروں پر منو      درختوں پر کویل چراتی ہے شورو  
 لگاؤ ہے پانی پینے کی رت      سکھی کوئی یہ بھی ہو دنیا کی بہت

کلیجے میں اٹھتی ہے رو رہ کے ہوک  
 مری جان لے گی پیسے کی کوک

دکھی ہوں دکھی ہوں دکھی ہوں دکھی      کبھی اے سکھی میں بھی ہونگی سکھی

میں روتی ہوں اسکو رو پڑ نہیں  
 ہوا میں میں اُترتی یہاں گدھاں  
 کہے جاتی ٹپنی پیپے کے ساتھ  
 یوں ہی کاٹ دیتی یہ برسات میں  
 وہ آواز کانوں میں پھر آ گئی  
 نہیں تو پہنچی کہیں سے کہیں  
 سکھی کیا بتاؤں کہاں کہاں  
 نہیں لی ہی جاتے مجھے میرے نانا  
 ترپتی یوں ہی اسے دن رات میں  
 سکھی دیکھ پھر مجکو ترپا گئی

کیجے میں اٹھتی ہے وہ رہ کے ہوک

مری جان لیگی پیپے کی کوک

ہے آنکھوں اچھل جو باسط پانی  
 کسی بات کی مجکو سہرا نہ نہیں  
 کہیں ایسے ہوتے کھی میری جھگڑا  
 گھر آنے میں سوا ہی ذکر کرتے بچار  
 سبھی کوئی کاہیکو پھونکے گا دیں  
 ارے سن پڑی پھر وہ پی کی بچار  
 اری ہو نہ جاؤں سڑن میں کہیں  
 کہ جیب پھر نکلتی برہ کی یہ آگ  
 جلا دیتے مجکو سنا کر ملار  
 جو پیتم کو جا کر سنائے سندس  
 ہوئی بان ہی میری ہر شے کے پار

کیجے میں اٹھتی ہو رہ کے ہوک

مری جان لیگی پیپے کی کوک

عہد گزشتہ  
 رات باجو

## یاد ایام

یاد ایام کہیں عشق سے بیگانہ تھا  
بیل زار تھا دل اور نہ پہرہ و نہ بختا  
بال تجھے یاد ہے وہی عقل تھا نرنا نہ تھا  
نہ تو مجھوں تھا نہ وحشی تھا نہ دیوانہ تھا

کامگاری سے تجھے کام تھا نا کام نہ تھا

بنکامی سے سروکار تھا بدنام نہ تھا

عیش و عشرت نظر آتا تھا ہر سو محکو  
کشتی سے کسے نظارے تھے بوجھو  
عش مزاج اہل جہاں کہتے تھے خوش محکو  
دل تھا پہلو میں مرے اور تھا قابو محکو

رات دن عیش و مسرت کی فراوانی تھی

کوئی مشکل نہ تھی ہر طرح کی آسانی تھی

غم سے آزاد تھا میں لی مرے درون تھا  
آہ و نالہ نہ تھا۔ سب پر نفس سرو نہ تھا  
خون تھا جسم میں۔ چہرہ بھی مراد نہ تھا  
پھر بھی دس بیس میں اچھا تھا اگر فرد تھا

ہائے روتوں کو ہنسائی تھی طاقت میری

ہائے وہ کیا ہوئی پہلی سی طبیعت میری

دوست کہتے تھے مرے رونق محفل محکو  
اُٹھنے دیتے تھے مرے یا نہ شکل محکو  
ایتھ نہ بندوں میں عجب کر تے ہیں شال محکو  
لے کر کیا کہوں انہوں مرادوں محکو

تاب یاقی نہ رہی کہنے کو گویا ہوں میں

شکل تصویر ہوں یا نقش تمنا ہوں میں

یاد ایام کہ تجھ حور شہاں سے ملا  
یاد ایام کہ تجھ رونق محفل سے ملا  
یاد ایام کہ سفاک سے قاتل سے ملا  
دل مرا جانتا ہے تجھے میں کہیں نہ ملا

یاد ایا م کہ تجھ پر یہ طبیعت آئی  
 یاد ایا م کہ دل آیا کہ قیامت آئی  
 چار ہوتے ہی نگاہیں کیا جا دو تو نے      دل بسمل میں کیا تیرا زانو تو نے  
 ایک عالم سے پھوڑا کر کیا کسے تو نے      اپنا ہی بندہ بنایا بت دجھو تو نے  
 تجھ کو بدنام کیا عشق کی رسوائی کی  
 آستان پر ترے اک عمر جہیں ساسی کی  
 ایک نین میں تیرے کوچے کے کئے سو پھیرے      ہلکی چار طرن رہتی تھی جھگو گھیرے  
 کچھ عجب لطف کے دائرہ دیکھ میرے      تذکرے رہتے تھے ہر زم میں میرے  
 دل بسمل کے ٹرپنے کا یہ انجھام ہوا  
 بی وفا تو بھی وفا دار ہوا      رام ہوا  
 محکو پیاری تھی وفا اور جینا بھی تیری      تیرا انداز بھی پیارا تھا ادا بھی تیری  
 چشم نہاں نگہ ہوش رہا بھی تیری      شوخیال بھی تیری ادا یا جینا بھی تیری  
 درد دل سے میں کہوں کیا مجھے کیا ملتا تھا  
 کچھ عجیب طرح کا رہ کے مڑا ملتا تھا  
 یاد ایا م کہ پھر مجھے تو سب زار ہوا      یاد ایا م کہ جینا مجھے دشوار ہوا  
 یاد ایا م کہ پھر حال مرا زار ہوا      یاد ایا م کہ پھر غم مرا غوار ہوا  
 یاد ایا م کہ تو کھنچ گیا قاتل کی طرح  
 ہاتھ سے جاتا رہا آئے ہوئے دل کی طرح  
 اسی خوش بخت کہ رہا ہر مرا سیرا گار      سوز پھر پیدا ہوا دل میں نہیں نام کو سار

مرتے مرنے میں ہونگایوں ہی سر گرم نیاز رنگ پڑ گیا حقیقت کا مرا عشق مجاز  
 بت کا فرکی بدولت جو خدا مل جائے  
 عشق کا لطف محبت کا مزہ مل جائے

## متفرق قطعات

شیخ ایسی بھی گھٹا جھوم کے ٹھٹھی ہے کہیں کہیں ایسی بھی بہا رہی ہوتی ہے  
 خرم صبر پر آخروہ گری پھر حبلی توبہ توبہ مری توبہ شکنی ہوتی ہے  
 کیا کہیں آئے ہیں کیا دہریں کرنے کیلئے صاف ظاہر ہے کہ اک روز گرنے کیلئے  
 راز ہستی کا سمجھتے ہیں ہم اتنا باسط زندگی پائی ہے کہ واسطے مرنے کیلئے  
 ملی ہے جاں جنیں جاں زار کھوئی گئے اجل کی نیند بھی ایک روز سوئی گئے  
 ہم ان کو روکتے ہیں گزرے جو سامنے اپنے ہمارے بعد جو آئی گئے۔ بھکو روئی گئے

بندہ کو شب و روز یہی فکر ہے لازم سر گرم اطاعت رہے۔ آقا نہ خفا ہو  
 اپنا بھی مقولہ ہے یہی حضرت باسط دنیا ہو خفا بندے سے مولانا نہ خفا ہو  
 کیوں نہ ہو خادم ارباب ہنرموں کی نہیں کیوں نہ ہو معتقد اہل نظر ہوں کہ نہیں  
 دل کو ترس پاتے ہیں باسط جوم سے شعر تو کیا کوئی بات ہے شاگرد جگہ ہوں کہ نہیں



خاتمہ باخیر

UNIVERSITY

## غلطنامہ

| صفحہ | سطر | غلط           | صحیح          |
|------|-----|---------------|---------------|
| ۴    | ۱۱  | ۱۹۱۶ء         | ۱۲۱۹ء         |
| ۵    | ۱۸  | سریع الت      | سریع التاثر   |
| ۶۵   | ۷   | عرض           | عرض حال       |
| ۷    | ۱۰  | دینا          | دینا          |
| ۷    | ۱۵  | کرتے کرتے تیر | سیر کرتے کرتے |
| ۶۶   | ۲   | احساس         | احساس ہی      |
| ۶۹   | ۱۳  | دل کی         | دل سے         |
| ۷۵   | ۲   | ہی            | میں           |
| ۷۷   | ۸   | تو            | تو            |
| ۱۳۹  | ۸   | ناز           | ہائے          |
| ۱۵۰  | ۱۴  | سے            | سے            |
| ۱۵۳  | ۹   | اصلاح         | اصلاح         |
| ۱۵۴  | ۱۴  | آرام          | آرام          |
| ۱۵۴  | ۳   | آرام          | رام           |

نوٹ۔ انبساط کی عبارت میں جناب قاضی صاحب کے نام کے ساتھ ساتھ سی۔ آئی۔ ای کا خطاب کنایت میں رہ گیا ہے۔

صبح عید، مندرجہ صفحہ ۳۸ اور ”ننگ بہار“ صفحہ ۷۷ کے آخر کی غلطی غلطی سے صفحہ ۳۳ اور صفحہ ۹۳ پر بالترتیب درج ہو گئی ہیں۔

صفحہ ۶۶ کے آخری شعر کے اوپر یہ شعر رہ گیا ہے۔

جانتے ہیں خوب ہر اک روز و نہا ہو مزد و جگر بختا ہے خدا ہے دیدہ باریک بین

صفحہ ۷۵ میں جو نظم بعنوان ”شیخ“ ہے ”وہ راز و نیاز“ مندرجہ صفحہ ۱۵۶ کا آخری حقیقہ ہے۔



ب ۱۱  
بازرسی شرح ۱

۸۹  
DUE DATE

|  |  |  |
|--|--|--|
|  |  |  |
|--|--|--|

Ram Babu Saksena Collection.

ب ۱۱ ۸۹۱۵۲۳۱۴  
(طبرستان)  
۳۲۲۸۱

| Date | No. | Date | No. |
|------|-----|------|-----|
|      |     |      |     |
|      |     |      |     |